﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 17 | جمعۃ المبارک 12؍نومبر 2010ء | 04؍ذی الحج 1431 ہجری قمری ❁ 12؍نبوت 1389 ہجری شمسی | شمارہ 46

حج انسان کو پاک کرتا ہے

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوسُنا آپ فرماتے تھے:’’جوکوئی اللہ کے لئے حج کرے اورشہوت اورگناہ کی باتیں نہ کرے تووہ ایساپاک ہوکرلوٹے گا جیسے اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جناتھا‘‘۔

(صحیح بخاری۔ کتاب المناسک۔ باب فضل الحج المبرور)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

خانہ کعبہ جسمانی طور پر مُحبّانِ صادق کے لئے ایک نمونہ دیا گیا ہے۔ یہ جسمانی ولولہ رُوحانی تپش اور محبت کو پیدا کر دیتا ہے

اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا

❁......’’اگرخدا تعالیٰ چاہتا تو نہ خانہ کعبہ بناتا اور نہ اس میں حجر اسود رکھتا۔لیکن چونکہ اس کی عادت ہے کہ روحانی امور کے مقابل پر جسمانی امور بھی نمونہ کے طور پر پیدا کر دیتا ہے تا وہ روحانی امور پر دلالت کریں۔اسی عادت کے موافق خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی گئی ۔اصل بات یہ ہے کہ انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور عبادت دو قسم کی ہے۔(۱) ایک تذلّل اور انکسار (۲) دوسری محبت اور ایثار۔تذلّل اور انکسار کے لئے اُس نماز کا حکم ہوا جو جسمانی رنگ میں انسان کے ہر عضو کو خشوع اور خضوع کی حالت میں ڈالتی ہے یہاں تک کہ دِلی سجدہ کے مقابل پر اس نماز میں جسم کا بھی سجدہ رکھا گیا تا جسم اور روح دونوں اس عبادت میں شامل ہوں......۔ماسوا اس کے جسم اور روح ایک دوسرے کی تاثیر قبول کرتے ہیں۔بعض وقت جسم کا سجدہ روح کے سجدہ کا محرک ہو جاتا ہے اور بعض وقت روح کا سجدہ جسم میں سجدہ کی حالت پیدا کر دیتا ہے۔کیونکہ جسم اور روح دونوں باہم مرایا متقابلہ کی طرح ہیں۔...........پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ عبادت کی اس قسم میں جو تذلّل اور انکسار ہے جسمانی افعال کا روح پر اثر پڑتا ہے اور روحانی افعال کا جسم پر اثر پڑتا ہے۔پس ایسا ہی عبادت کی دوسری قسم میں بھی جو محبت اور ایثار ہے انہیں تاثیرات کا جسم اور روح میں عوض معاوضہ ہے‘‘۔

’’محبت کے عالم میں انسانی روح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے۔ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبّان صادق کے لئے ایک نمونہ دیا گیا ہے اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرا گھر ہے اور یہ حجر اسود میرے آستانہ کا پتھر ہے۔اور ایسا حکم اس لئے دیا کہ تا انسان جسمانی طور پر اپنے ولولہ عشق اور محبت کو ظاہر کرے۔سو حج کرنے والے حج کے مقام میں جسمانی طور پر اس گھر کے گرد گھومتے ہیں ایسی صورتیں بنا کر کہ گویا خدا کی محبت میں دیوانہ اور مست ہیں۔زینت دُور کر دیتے ہیں،سر منڈوا دیتے ہیں اور مجذوبوں کی شکل بنا کر اس کے گھر کے گرد عاشقانہ طواف کرتے ہیں اور اس پتھر کو خدا کے آستانہ کا پتھر تصور کر کے بوسہ دیتے ہیں۔اور جسمانی ولولہ روحانی تپش اور محبت کو پیدا کر دیتا ہے۔اور جسم اس گھر کے گرد طواف کرتا ہے اور سنگ آستانہ کو چومتا ہے۔اور روح اس وقت محبوب حقیقی کے گرد طواف کرتی ہے اور اس کے روحانی آستانہ کو چومتی ہے اور اس طریق میں کوئی شرک نہیں۔ایک دوست ایک دوست جانی کا خط پا کر بھی اس کو چومتا ہے۔کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش نہیں کرتا اور نہ حجر اسود سے مرادیں مانگتا ہے بلکہ صرف خدا کا قرار دادہ ایک جسمانی نمونہ سمجھا جاتا ہے وبس۔جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کے لئے نہیں ایسا ہی ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں مگر وہ بوسہ اس پتھر کے لئے نہیں ۔پتھر تو پتھر ہے جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان مگر اس محبوب کے ہاتھ کا ہے جس نے اس کو اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھہرایا‘‘۔(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 99 تا 101)

❁......’’اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا اور خدا میں گُم ہو کر ایک موت اپنے پر وارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بنا پر۔اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا جو محض خدا کے ساتھ دیکھتی ہوں۔اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سُنتے ہوں۔اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو۔اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اس کے بلائے بولتی ہو۔

یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے۔تب خدا تعالیٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اُس کو زندگی بخشتی ہے اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور جس کو عقلیں دریافت نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اُس کی کُنہ تک نہیں پہنچتیں وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے۔جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق:17)۔یعنی ہم اُس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے نزدیک ہیں۔پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دُور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو اُن نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اُس کی آواز سُنتا ہے اور اُس کی نُور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے۔تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے اور ایک نُور کا پیراہن پہن لیتا ہے۔اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے بلکہ اِسی جگہ اور اِسی دنیا میں دیدار اور گفتار اور جنت کی نعمتوں کو پالیتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ سجدہ:31)۔یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو جامع صفات کاملہ ہے جس کی ذات اور صفات میں اَور کوئی شریک نہیں اور یہ کہہ کر پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں اور کتنے ہی زلزلے آویں اور بلائیں نازل ہوں اور موت کا سامنا ہو ان کے ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا اُن پر فرشتے اُترتے ہیں اور خدا اُن سے ہمکلام ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تم بلاؤں سے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور نہ گزشتہ مصیبتوں سے غمگین ہو۔مَیں تمہارے ساتھ ہوں اور مَیں اِسی دنیا میں تمہیں بہشت دیتا ہوں جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔پس تم اس سے خوش ہو۔اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور یہ ایسے وعدے نہیں کہ جو پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں اہلِ دل مذہب اسلام میں اس روحانی بہشت کا مزہ چکھ چکے ہیں‘‘۔

(’’لیکچر لاہور‘‘۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 160 تا 161)

قربانیوں کی عید

عید الضحٰی

(طاہر محمود احمد - ربوہ)

اس عید کا اصل نام عیدالضحٰی یا عید الاضاحی ہے یعنی قربانیوں کی عید۔عیدالضحٰی حج وطواف بیت اللہ کی توفیق پر مسرت کا اعلان ہے۔ نیز یہ عید حضرت ابراہیمؑ ،حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہؑ کی اس مثالی قربانی کی یادتازہ کرتی ہے جوانہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اوراس کی توحید کے قیام کے لئے پیش کی تھی۔ باپ نے بھی جذبات کی کامل قربانی کی۔ بیٹے نے بھی اطاعت کا بے مثال نمونہ دکھایااور ماں کی مامتا بھی محبت الٰہی کی قربان گاہ پر پروانہ وارنثار ہوگئی تھی۔یہی ایثاروقربانی اورراہِ خدا میں فدائیت کی روح ہے جواسلامی عیدوں کی بنیاداوران کا فلسفہ ہے۔عیدالاضحی اس واقعہ کی یادگار ہے یعنی اس بکرے کی قربانی کے بدلہ میں نہیں جواسمٰعیل کے بدلے حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کیا۔ بلکہ خوداسمٰعیل کی قربانی کی یاد میں جو بیت اللہ کوآبادرکھنے کے لئے کی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عیدالاضحٰے کے موقعہ پر قربانی کی اور اپنے صحابہؓ کوبھی اس کی تاکید فرمائی۔چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عن ابی عمر قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بالمدینہ عشرسنین یضحی (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعدمدینہ میں دس سال گزارے۔آپ نے ہمیشہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کی۔"

بلکہ آپ کوعیدالاضحیٰ کی قربانی کااس قدرخیال تھا کہ آپؐ نے وفات سے قبل اپنے داماد اور چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میرے بعدبھی میری طرف سے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پرقربانی کرتے رہنا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عن حنش قال رایت علیا رضی اللہ عنہ یضحی یکبشین فقلت لہ ماھذا قال رسول اللہ صلی علیہ و سلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ۔(**ابوداؤد**)

ترجمہ: حضرت حنشؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت علیؓ کودیکھا کہ وہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر دودنبے قربان کررہے تھے۔مَیں نے ان سے پوچھا کہ دودنبوں کی قربانی کیسی ہے۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ مَیں آپؐ کی طرف سے قربانی (آپؐ کی وفات کے بعد) کرتا رہوں۔سومَیں آپؐ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنا آپؐ کاذاتی فعل ہی نہیں تھا بلکہ آپؐ اپنے صحابہ کوبھی اس کی تحریک فرماتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عن البراء قال خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر فقال ان اول مانبدأ بہ فی یومنا ھذا ان تصلی ثم نرجع فننحرفمن فعل ذالک فقد اصاب سنتنا۔

(بخاری۔کتاب العیدین باب التکبیر الی العید)

ترجمہ: حضرت براءؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عیدالاضحیٰ کے دن خطبہ دیااوراس میں فرمایا کہ اس دن پہلا کام یہ کرنا چاہئے کہ انسان عید کی نمازاداکرے اور پھراس کے بعدقربانی دے۔سوجس نے ایسا کیااس نے ہماری سنت کو پالیا۔

اورایک دوسرے موقعہ پرآپ نے فرمایا کہ:

من وجد سعۃ ولم یضح فلایقربن مصلانا

(احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 321)

ترجمہ: جس شخص کو مالی لحاظ سے توفیق ہواور پھروہ عیدالاضحیٰ کے موقع پرقربانی نہ کرے۔اس کا کیا کام ہے کہ ہماری عیدگاہ میں آکرنماز میں شامل ہو۔

قربانی کااجروثواب

عن زید بن ارقمؓ قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما ھٰذہ الاضاحی قال سنۃ ابیکم ابراھیم قالوا فمالنافیھا یارسول اللہ قال بکل شعرۃ حسنۃ۔

(ابن ماجہ ومسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت زیدارقمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! یہ عیدالاضحیٰ کی قربانیاں کیسی ہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔انہوں نے پوچھا کہ ان میں کتنا ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا کے جانور کے جسم کے ہر بال میں قربانی کرنے والے کے لئے ایک نیکی ہے جواسے خداسے اجرپانے کامستحق بنائے گی۔

عیدقربان کے مسائل

❁ اس دن ہر مسلمان نہا دھوکر صاف ستھرے کپڑے پہنے۔اگر نئے کپڑے ہوں تو انہیں زیب تن کرنا بھی موجبِ برکت ہے۔بچوں کوبھی نئے کپڑے پہنائے جائیں۔اچھےاورعمدہ کھانے تیارکئے جائیں۔

❁ جب سورج اچھی طرح نکل آئے تو عید کی نماز کے لئے عیدگاہ میں جائے۔عورتوں اور بچوں کوبھی ساتھ لے جانا چاہیے۔راستہ میں جاتے ہوئے اورواپسی پر بلند آواز سے **اللہُ اکبر اللہُ اکبر لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ واللہُ اکبر اللہ اکبر ولِلّٰہِ الحَمد**۔پڑھا جائے۔

❁ عید کی نماز میں تکبیرتحریمہ کے بعد پہلی رکعت میں سات زائدتکبیریں کہی جائیں۔ ہرتکبیر کے ساتھ رفع یدین کیاجائے اور ہاتھ کھلے چھوڑے جائیں۔ساتویں تکبیر کے بعد ہاتھ سینہ پر باندھ لے۔سجدہ کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے اُٹھے تو پہلے کی طرح پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کہے۔

❁ نماز سے فارغ ہوکرخوب غوراورتوجہ سے خطبہ سُنے یہ بھی نماز کا ہی ایک حصہ ہےاورایسا ضروری ہے جیسے خودنماز۔

❁ خطبہ اور دعا سے فارغ ہوکرگھرآئے توقربانی کے جانورکوذبح کرے جومسلمان صاحبِ نصاب ہے(یعنی اس کے پاس اس قدر مال ہے جس سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے)اس کے لئے قربانی ضروری ہے جوشخص قربانی کا ارادہ رکھتاہےاس کے لئے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں اپنے بال اورناخن نہ کٹوائے۔

❁ قربانی کے جانوروں میں سے بکرااوردُنبہ صرف ایک فردکی طرف سے قربانی میں ذبح کیا جاسکتا ہے البتہ اگر وہ چاہے تو اپنے اہل وعیال کواس نیت میں شامل کرسکتا ہے۔اونٹ اورگائے میں سات افرادشریک ہوسکتے ہیں۔

❁ دُنبے یا مینڈھے کی عمرکم ازکم چھ ماہ ہونی چاہیے بکرا یا بکری کی عمرایک سال کی ہو۔گائے کم ازکم دوسال کی ہو۔اونٹ کی عمرپانچ سال ہونی چاہئے۔

❁ قربانی کا جانورخوب موٹا تازہ اوراچھی صحت کا ہونا چاہئے۔اگروہ یہ پسندنہیں کرتا کہ کوئی شخص اسے خراب اوررڈی چیزبطورتحفہ دےتووہ یہ کیونکر پسندکرے گا کہ جوتحفہ اپنے مولیٰ کے حضورپیش کررہاہے وہ ناقص اورعیب دارہو۔

❁ اگرنفاستِ طبع کے پہلوکوترجیح دینی ہوتو پھرسب سے بہتر دُنبہ یا بکراہے پھرگائے اور پھراونٹ اوراگرزیادہ خرچ میں ذوقِ تسکین پانا ہوتو پھرسب سے بہتر اونٹ ہے پھرگائے اورپھردنبہ یا بکرا۔

❁ کمزورخراب گوشت والے بیمار یالنگڑے یا اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔کم عیب دار مثلاً 1/3 حصہ دُم یا کان کٹے' سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی معیوب ہےاس سے ثواب میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔

❁ ذبح کےوقت **بِسۡمِ اللہِ اَللہُ اَکۡبَرُ** پڑھےاور ذبح کرنے کے بعدیہ دعامانگے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ۔
اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنۡکَ وَلَکَ فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ۔

❁ قربانی کے گوشت کےمتعلق بہتر یہی ہے کہ اُس کے تین حصے کرے۔ایک حصہ غرباءاورمساکین میں تقسیم کرے۔ایک حصہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کودے اورایک حصہ اپنے استعمال میں لائے۔قربانی کی کھال مرکز کی ہدایت کے ماتحت مقامی منتظم کے سپردکردے۔

❁ جولوگ دُور کے دیہات سے عید کی نماز میں شامل ہونے کے لئے آتے ہیں ان کے لئے اجازت ہے کہ اگروہ چاہیں تو سورج نکلنے کے بعد اپنی قربانی ذبح کر لیں کیونکہ اگر وہ عید کی نماز سے واپس جاکرقربانی ذبح کریں تو اس میں انہیں بہت دیرہوجائے گی اورعید کے کھانوں میں قربانی کے گوشت کوشامل کرنے سے محروم ہو جائیں گے جب کہ شہر کے رہنے والے اس گوشت سے بہت لطف اٹھارہے ہوں گے۔

یہ وہ ہدایات ہیں جن پرعمل کرکےان برکات سے حصہ پاسکتے ہیں جوخداتعالیٰ نے ان تقریبات کے ساتھ وابستہ کی ہیں۔پس مبارک ہیں وہ جوان برکات سے حصّہ رکھتے ہیں۔(مسائل مأخوذ از "حج اور عید قربان" مکرم ملک سیف الرحمن صاحب)

قربانی کافلسفہ اورحقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اے خداکے بندو!اپنے اس دن میں جوکہ بقرعیدکا دن ہےغورکرواورسوچو۔کیونکہ ان قربانیوں میں عقلمندوں کے لئے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔اورآپ لوگوں کومعلوم ہے کہ اس دن بہت سے جانورذبح کئے جاتے ہیں اورکئی گلّے اونٹوں کےاورکئی گلّے گائیوں کے ذبح کرتے ہیں۔اور کئی ریوڑ بکریوں کے قربانی کرتے ہیں۔اور یہ سب کچھ خداتعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا جاتا ہے۔اوراسی طرح زمانہ اسلام کے ابتدا سے ان دنوں تک کیا جاتا ہےاورمیرا گمان ہے کہ یہ قربانیاں جو ہماری اس روشن شریعت میں ہوتی ہیں احاطہ شمار سے باہر ہیں۔اوران کوان قربانیوں پر سبقت ہے کہ جونبیوں کی پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے۔اورقربانیوں کی کثرت اس حدتک پہنچ گئی ہے کہ ان کے خونوں سے زمین کا منہ چھپ گیا ہے۔یہاں تک کہ اگر ان کے خون جمع کئے جائیں اور ان کے جاری کرنے کا ارادہ کیا جائے توالبتہ ان سے نہریں جاری ہوجائیں۔اور دریابہہ نکلیں اورزمین کے تمام نشیبوں اوروادیوں میں خون رواں ہونے لگے۔اور یہ کام ہمارے دین میں ان کاموں میں شمار کیا گیا ہے کہ جواللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں اوراس سوار کی طرح سمجھے گئے ہیں جواپنی سیر میں بجلی سے مشابہ ہو۔جس کوبجلی کی چمک سے مماثلت حاصل ہواور اس وجہ سے ان ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیاہے۔" (ترجمہ خطبہ الہامیہ ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ31تا33)

" اصل روح کی قربانی ہے اے دانشمندو!۔ اور بکروں کی قربانیاں روح کی قربانی کے لئے مثل سایوں اور آثار کے ہیں۔پس اس حقیقت کوسمجھ لواورتم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعدیہ حق رکھتے ہواوراس بات کے اہل ہوکہ اس حقیقت کوسمجھو۔اورتم ان میں سے ایک آخری گروہ ہو جوخداکے فضل اوررحمت سے اس کے ساتھ شامل کئے گئے ہو۔اورزمانوں کا سلسلہ جناب الٰہی سے ہمارے زمانہ پرختم ہوگیا ہے۔جیسا کہ اسلام کے مہینے قربانی کے مہینہ پرختم ہوگئے ہیں۔اوراس میں اہل رائے کے لئے ایک پوشیدہ اشارہ ہے۔(ترجمہ خطبہ الہامیہ۔ روحانی خزائن۔ جلد16۔ صفحہ68-69)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" قربانی جوعیداضحیٰ کے دن کی جاتی ہےاس میں بھی ایک پاک تعلیم ہے اگراس میں مدنظروہی امر رہے جو جناب الٰہی نے قرآن شریف میں فرمایا۔لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ۔ (الحج :38)

قربانی کیا ہے؟ یہ ایک تصویری زبان میں تعلیم ہے جسے جاہل اور عالم پڑھ سکتے ہیں۔ خداکسی کے خون اور گوشت کا بھوکانہیں۔وہ **یُطۡعِمُ وَلَا یُطۡعَمُ** (الانعام :15) ہے۔ایسا پاک اورعظیم الشان بادشاہ نہ تو کھانوں کا محتاج ہے، نہ گوشت کے چڑھاوے اورلہوکا بلکہ وہ تمہیں سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خداکے حضوراسی طرح قربان ہوجاؤ جیسے ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان ہوتا ہے۔

کُل دنیا میں قربانی کارواج ہےاورقوموں کی تاریخ پرنظرکرنے سے ظاہرہوتا ہے کہ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے بدلے میں قربان کی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں میں پایا جاتا ہے۔

1۔ ہم بچے تھے تو یہ بات سنی تھی کہ کسی کوسانپ زہریلا کاٹے تو وہ انگلی کاٹ دی جاوے تا کہ کُل جسم زہریلے اثر سے محفوظ رہے۔گویاانگلی کی قربانی تمام جسم کے بچاؤ کے لئے کی گئی۔

2۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی دوست آجاوے تو جوکچھ ہمارے پاس ہواس کی خوشی کے لئے قربان کرنا پڑتا ہے۔گھی، آٹا، گوشت وغیرہ قیمتی اشیاءاس پیارے کے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔

3۔ اس سے زیادہ عزیز ہوتو مرغے،مرغیاں حتیٰ کہ بھیڑیں اوربکرے قربان کئے جاتے ہیں۔اس سے بڑھ کر گائے اور اونٹ تک بھی عزیز مہمان کے لئے قربان کر دئے جاتے ہیں۔

4۔مَیں نے اپنی طِبّ میں دیکھا ہے کہ وہ قومیں جو جائزنہیں سمجھتیں کہ کوئی جاندارقتل ہووہ بھی اپنے زخموں کے کئی سینکڑوں کیڑوں کومارکراپنی جان پرقربان کردیتی ہیں۔

5۔اس سے اوپرچلیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ لوگوں کواعلیٰ کے لئے قربان کیا جاتا ہے۔مثلاً چوہڑے ہیں۔ آج عیدکا دن ہےمگران کے سپردوہی کام ہے بلکہ صفائی کی زیادہ تاکید ہے۔گویاادنیٰ کی خوشی اعلیٰ کی خوشی پرقربان ہوئی۔

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر118

مکرم فتحی عبدالسلام مبارک صاحب

مکرم فتحی عبدالسلام ہمارے مصری نواحمدی بھائی ہیں۔ جامعہ الأزہر کے تعلیم یافتہ ہیں اور اسلامی علوم، تصوف اور فلسفہ وغیرہ میں کافی درک رکھتے ہیں۔ 2006ء سے الحوار المباشر میں بھی شریک ہو رہے ہیں۔ ان سے ہم ان کی احمدیت کی طرف سفر کی کہانی اور بعض ایمان افروز واقعات سنتے ہیں:

بعض ابتدائی حالات

مکرم فتحی عبدالسلام مبارک صاحب لکھتے ہیں کہ:

میری ولادت 9/مارچ 1946ء میں مصر کے ضلع ''منوفیہ'' کے ایک گاؤں ''تلوانہ'' میں ہوئی۔ میرے دادا جان کی وفات کے وقت والد صاحب ابھی کم سن ہی تھے، لہذا میرے والد صاحب کی پرورش ان کے بڑے بھائی نے کی۔ میرے والد صاحب بڑے ہو کر تصوف کی طرف مائل ہوئے اور نقشبندی طریقہ کے پیروکار رہے۔ انہیں قرآن سے عشق اور حفظ قرآن کی ایسی لو لگی کہ انہوں نے اپنے ایک بچہ کو دینی تعلیم کے لئے وقف کرنے کا عہد کر لیا۔ بڑا بیٹا ہونے کے ناطے حفظ قرآن اور جامعہ الأزہر کے ذیلی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے میرا انتخاب کیا گیا۔ پانچ سال کی عمر میں مَیں نے حفظ قرآن شروع کرنے کے ساتھ ساتھ عام سکول کی پڑھائی کا بھی آغاز کر دیا۔ کیونکہ ازہر کے ذیلی مدارس میں داخلہ کے لئے اہم شرائط یہ تھیں کہ بچہ حافظ قرآن ہو، ریاضی کی بعض مشقیں بھی آتی ہوں نیز عمر گیارہ سال سے کم نہ ہو۔

والد صاحب اور حفظ قرآن

قرآن کریم سے عشق کی وجہ سے میرے والد صاحب نے بھی میرے ساتھ قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا۔ اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے والد صاحب قرآن کریم کی صحت کے ساتھ قراءت نہ کر سکتے تھے اس لئے بعض اوقات غلطی سرزد ہو جاتی جس کی بنا پر ان کے دوست انہیں ملامت کرتے تھے۔ ان کے یہ دوست احباب تو رقم جمع کر کے زمین وغیرہ خریدنے کے لئے کوشاں رہتے جبکہ میرے والد صاحب نے کچھ پیسہ جمع کر کے حج کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک دن خانہ کعبہ کے مضافات میں اپنے قیام کے دوران انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سفید لباس شخص ان سے پوچھتا ہے کہ تم اتنے غمگین و پریشان کیوں ہو؟ والد صاحب نے جواب دیا کہ بعض اوقات قرآن کریم کی قراءت کے دوران مجھ سے غلطی ہو جاتی ہے جس پر میرے دوست کہتے ہیں کہ تم قرآن نہ پڑھا کرو۔ اس پر اس سفید پوشاک شخص نے کہا کہ تم جس طرح پڑھ سکتے ہو پڑھتے جاؤ اور ان کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ چنانچہ والد صاحب نے حج سے واپس آ کر پوری محنت اور تندہی سے حفظ قرآن شروع کر دیا اور بفضلہ تعالیٰ پورا قرآن کریم حفظ کرنے کے ساتھ ہی ان کی قراءت بھی ٹھیک ہو گئی۔

میرے والد صاحب کی عمر 88 سال ہے اور ان کی عمر کے آخری حصہ میں خدا کا خاص فضل یہ ہوا ہے کہ انہیں بیعت کر کے جماعت میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہو گیا ہے۔

الأزہر کی تعلیم

مَیں نے دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کر لیا اور پھر الأزہر کے ایک ذیلی مدرسہ میں حنفی فقہ کی تعلیم شروع کر دی۔ پھر سیکنڈری سکول کی تعلیم کے لئے 1961 میں مجھے الأزہر میں داخلہ مل گیا۔ مجھے مطالعہ کے بے حد شوق نے مجبور کیا کہ میں اپنے جیب خرچ سے پیسے بچا بچا کر کتب خریدتا اور مطالعہ کرتا۔ اس طرح مختلف موضوعات پر میں نے سینکڑوں کتب پڑھ لیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت

ہمارے ایک استاد جن کا نام محمد خلیفہ التونسی تھا ہمیشہ ہمیں تشدد سے پرہیز اور مُلّاں ازم سے منع کرتے تھے۔ میں یہ جان کر حیران ہوا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی موت سے نجات کے قائل ہیں اور ایک دفعہ انہوں نے کہا کہ عین ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فلسطین اور یہودیوں کا علاقہ چھوڑ کر ہجرت کی ہو۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک قبر بھی ہے۔ چونکہ ہمارے یہ استاد عرب دنیا کے مشہور و معروف عالم اور کئی کتابوں کے مصنف عباس محمود عقاد کے چہیتے شاگرد تھے اس لئے بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ دراصل یہ رائے انہوں نے عباس محمود عقاد صاحب سے اخذ کی ہے۔

(خاکسار (طاہر ندیم) عرض کرتا ہے کہ اس نامور ادیب عباس محمود عقاد نے اپنی کتاب ''حیاۃ المسیح وکشوف العصر الحدیث'' میں قبر مسیح کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے انکشاف کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ اسے کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔)

الأزہر میں انجینئرنگ کی تعلیم

1963ء میں مصری صدر جمال عبد الناصر نے جامعہ ازہر کے ساتھ میڈیکل، انجینئرنگ اور زرعی کالجز وغیرہ کا بھی اضافہ کر دیا۔ اور میرے استاد محمد خلیفہ التونسی نے مجھے انجینئرنگ کالج میں پڑھنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ مَیں نے جامعہ ازہر کی دینی تعلیم کے ساتھ انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مکینیکل انجینئرنگ میں سپشلائزیشن کی۔ مجھے اس عرصہ میں ڈاکٹر عبدالحلیم محمود (جو بعد میں شیخ ازہر کے عہدہ پر بھی فائز رہے) اور معروف اسلامی شخصیت شیخ محمد غزالی کی شاگردی میں بھی کئی سال تک رہنے کا موقعہ ملا۔

شادی اور ملازمت

جامعہ ازہر سے فراغت کے آخری سال 1970ء میں میری شادی ہو گئی۔ 1971ء میں حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ انجینئرنگ میں ڈگری یافتہ نوجوان اگر چاہیں تو انہیں ٹریننگ کے بعد فوج میں ملازمت مل سکتی ہے۔ لہذا مَیں نے فوج کی نوکری اختیار کر لی، پھر کچھ عرصہ فوج میں ملازمت کے بعد مجھے وزارت صنعت میں بطور انجینئر خدمات بجالانے کا حکم دیا گیا۔ اس عرصہ میں مصری حکومتوں کی تبدیلی اور دینی جماعتوں کے خلاف کارروائیوں کے دوران قید وبند کی کافی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔

سفر عراق

زندگی کی تلخیوں سے مجبور ہو کر مَیں نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ مصر چھوڑ کر عراق کا سفر اختیار کیا اور 1986ء میں وہاں جا کر ائر کنڈیشنگ کا کام کرنے والی ایک کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی۔ اس دوران مجھے حج کرنے کی بھی توفیق ملی۔ 1989ء میں میرے قلب وذہن میں بڑی شدت کے ساتھ یہ احساس پیدا ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو گئی ہے اور ایک وفات کے بعد ان کے آنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔ یوں میں جماعت احمدیہ کے بارہ میں کچھ جاننے سے قبل ہی اس کو قبول کرنے کے لئے ذہنی وقلبی طور پر تیار ہو گیا تھا۔

عراق کی جنگ کے بعض واقعات

کویت پر عراق کے قبضہ کے بعد دنیا کی تمام بڑی طاقتوں نے مل کر عراق کا محاصرہ کیا اور بمباری سے تمام بنیادی سہولتیں تباہ کر دی گئیں نیز بجلی کا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ پانی کا پریشر بہت کم تھا جس کی بنا پر زمین میں کنواں سا کھود کر اس میں پانی کے پائپ لگا دیئے گئے تھے جہاں سے سب لوگ باری باری پانی بھر کر لے جایا کرتے تھے۔ میں اپنے بیٹوں کے ساتھ نماز فجر کے بعد لائن میں کھڑا ہو جاتا اور تقریباً 4 گھنٹے کے انتظار کے بعد ہماری باری آیا کرتی تھی۔

ایک دن جب میں لائن میں کھڑا اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا اور ہماری باری تقریباً آنے ہی والی تھی کہ ایک شخص نے تنگ آ کر خدا کی قضاء وقدر پر اعتراض کیا اور ربّ العرش کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا۔ مَیں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ یہاں سے فوراً بھاگ چلو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ یہاں پر خدا کی طرف سے بجلی گر پڑے گی۔ میرے بیٹوں نے کہا کہ اب ہماری باری آنے والی ہے، تھوڑا صبر کر لیں ورنہ ہمیں دوبارہ لائن میں کئی گھنٹے تک کھڑا ہونا پڑے گا۔ لیکن مَیں نے کہا کہ نہیں ہمیں یہاں ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں رکنا ہے۔ ہمارے وہاں سے جاتے ہی اس قدر شدید بارش ہوئی کہ پانی بھرنے کے انتظار میں کھڑے تمام لوگ بھاگ گئے، پھر یکدم بارش رک گئی اور چونکہ ہمارا گھر قریب ہی تھا اس لئے ہم نے بڑی آسانی سے جا کر پانی بھر لیا جبکہ لوگوں کو واپس آتے ہوئے کچھ وقت لگ گیا۔

الٰہی حفاظت

1۔ حکومتی اداروں نے اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ عالمی طاقتیں شاید عراق پر ایٹم بم گرا دیں گی۔ اس لئے انہوں نے ہر گھر میں ایک ایسا کمرہ مختص کرنے کا کہا جو گھر کے دیگر کمروں کی نسبت کسی قدر مضبوط اور چاروں طرف سے بند اور زیادہ محفوظ ہو۔ ایک دن کسی انجانے خوف کی بناء پر ہم اہل خانہ اپنے گھر کے اس کمرے میں بیٹھے تھے اور سردی سے بچنے کے لئے آگ والا ہیٹر بھی چل رہا تھا۔ ہم سب اسی کمرہ میں ہی سو گئے، رات کو اچانک میری آنکھ کھلی اور میں نے پانی مانگا، میری بڑی بیٹی اٹھی لیکن فوراً زمین پر گر گئی۔ مجھے پتہ چل گیا کہ دراصل آگ نے کمرے میں موجود تمام آکسیجن ختم کر دی ہے جس کی وجہ سے بچی کی یہ حالت ہوئی ہے۔ اس لئے مَیں نے فوراً بچی کو اٹھایا اور کمرے سے باہر لے گیا۔ اس کا سانس بہت ہی کمزور چل رہا تھا۔ اس کو میں نے مصنوعی تنفس دیا۔ اتنے میں مجھے باقی افرادِ خانہ کا خیال آیا، ان کو دیکھا تو ان سب کی بھی یہی حالت تھی، لہذا میں ان کو بھی یکے بعد دیگرے کمرے سے باہر لاتا رہا اور مصنوعی تنفس دیتا رہا، وہ سب کے سب ہی بے ہوش تھے لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے بروقت مدد میسر آ جانے کی وجہ سے خاص فضل ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے ہمیں موت کے منہ سے بچا لیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

2۔ جب عراق نے کویت سے اپنی فوجیں بلانے کا فیصلہ کیا تو عراق کے جنوبی علاقے کی شیعہ آبادی نے اسے عراق کی ہزیمت تصور کرتے ہوئے جنوبی علاقے میں بغاوت کر دی اور اس کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ عراقی حکومت نے اس بغاوت کو کچلنے کے لئے ان علاقوں میں بہت زیادہ بمباری کی۔ اسی طرح فوجی دستے دیگر علاقوں میں بھی حکومت کے خلاف سر اٹھانے والوں کا قلع قمع کرنے لگے۔ بالآخر نجف شہر کی بھی باری آ گئی اور بالخصوص اس محلّہ کی جس میں ہماری رہائش تھی۔ فوجی دستے ہمارے محلّہ سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو کر بمباری کرنے لگے۔ ابتدائی بمباری کے بعد اکثر لوگ گھروں سے نکل گئے، ان میں سے کچھ نے صحرا میں اور کچھ نے قبرستان میں پناہ لے لی۔ لیکن مَیں نے کہا کہ ہم اپنا گھر نہیں چھوڑیں گے۔ ہمارے بچے سہمے ہوئے ہمارے ساتھ چمٹے ہوئے تھے اور ہر بم کے گرنے پر خوف سے کانپنے لگتے تھے۔ مَیں نے اپنے بچوں سے کہا کہ ہم نہ صحرا میں جائیں گے نہ قبرستان میں پناہ لیں گے۔ کیونکہ وہ قادر وتوانا خدا زندہ خدا ہے اور وہ ہمیں یہیں پر محفوظ رکھ سکتا ہے کیونکہ امن کہیں بھی نہیں ہے صرف خدا ہی ہر جگہ محفوظ رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تمہیں اس کی عظمت کا اندازہ ہو سکے اور اس کی قدرتوں پر ایمان پیدا ہو۔ یہ کہہ کر مَیں خدا کے حضور دعا میں مشغول ہو گیا کہ اے رحمان رحیم اور مقتدر خدا تو اپنی کامل قدرتوں کا کرشمہ دکھا اور ہمیں محض اپنے فضل سے محفوظ رکھ۔ درد والم سے عبارت یہ دعا بھی تمام رات جاری رہی جبکہ دوسری طرف ہر سات سیکنڈز کے بعد بمباری ہوتی رہی اور اس رات کم وبیش پانچ ہزار بم گرائے گئے، لیکن خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے میرا گھر محفوظ رہا۔

بہر حال اس واقعہ کے بعد میں نے بہت مشکل سے ایک کار کرائے پر لی اور کئی مصیبتوں سے گزر کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ اردن پہنچ گیا، جہاں پہنچ کر احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر اپنے فضل سے

اور اپنی خاص قدرت سے اس جہنم سے مجھے اور میرے اہل خانہ کو معجزانہ طور پر نکالا ہے۔

ابن خلدون اور مصطفیٰ ثابت صاحب

عراق میں مختلف اسلامی جماعتوں کے رویہ سے بیزار ہوکر اردن میں معتزلہ طرزِ فکر کی طرف مائل ہوگیا لیکن بعد میں سلفی فرقہ کی دھمکیوں سے تنگ آکر 1992ء میں اردن سے نکل کر واپس مصر آگیا جہاں اس وقت کے مشہور ادباء اور علمی شخصیات سے تعلقات اور رابطہ رہا۔ 1995ء میں مصر میں میرا تعارف کچھ ایسے دوستوں سے ہوا جو یہاں کے ایک مرکز ابن خلدون میں مختلف لیکچرز اور اجتماعات او رملاقاتوں کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ یہ مرکز قاہرہ میں امریکن یونیورسٹی کے ایک لیکچرار ڈاکٹر سعد الدین ابراہیم نے قائم کیا تھا۔ اس مرکز میں ہماری ملاقات مختلف سیاستدانوں، مفکرین، مختلف یونیورسٹیوں کے لیکچررز، حکومتی نمائندوں اور مشہور محقق حضرات سے ہوئی۔ اس مرکز میں متعدد بار مجھے بھی لیکچر دینے اور مختلف موضوعات پر سوالات کے جوابات دینے کی توفیق ملی نیز مختلف سیمینارز میں میرے تبصرے اور سوالات کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس مرکز کے وزیٹرز میں سے ایک ڈاکٹر آمال ثابت صاحبہ بھی تھیں جو ویسے تو اپنے خاوند کے ساتھ ڈنمارک میں رہتی تھیں لیکن اکثر اوقات مصر میں موجودگی کے دوران اس مرکز میں باقاعدگی سے آتی تھیں۔ مختلف اسلامی موضوعات کے بارہ میں بعض آراء سن کر انہوں نے وعدہ کیا کہ جب ان کے بھائی مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کینیڈا سے مصر آئیں گے تو وہ انہیں بھی اس مرکز میں لے کر آئیں گی۔ چنانچہ 1997ء میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب اس مرکز میں تشریف لائے اور اس کے ماحول کو بہت سراہا۔ 1998ء میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب دوبارہ مصر تشریف لائے تو اس مرکز میں میرا لیکچر بھی سنا جس کا عنوان تھا: Genetic Science اور جبر واکراہ کا نظریہ نیز انسانی عادات وتصرفات کو بدلنے کے بارہ میں قرآن کریم کا موقف۔ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے اس کی بہت تعریف کی، یوں میرا ان کے ساتھ ایک تعلق بن گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے گھر دعوت دی جہاں بہت سے موضوعات پر بات ہوئی، جن میں آخری زمانہ کے بارہ میں احادیث اور ان میں مذکور بعض اہم موضوعات کے بارہ میں مَیں نے پوچھا تو مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے اس کے جواب میں مجھے تین گھنٹے کی ایک ویڈیو کیسٹ دکھائی جس میں مکرم حلمی الشافعی صاحب نے دجال کے متعلق احادیث میں مذکورہ امور کی ایک ایسی تاویل بیان کی جو مجھے بہت پسند آئی اور یہ معقول اور منطقی طرز فکر میرے دل کو لگی۔ مَیں نے سوچا کہ ایک طرف اس دجال کے موضوع کے بارہ میں باہم متضاد امور بیان ہوئے ہیں اور دجال کی عجیب وغریب صفات بیان کرنے والی متعدد احادیث ہیں جن کو ظاہر پر محمول کرلیا جائے تو ایسی غیر حقیقی تصویر سامنے آتی ہے جس کی بناء پر انسان ان احادیث کے انکار تک جا پہنچتا ہے، جبکہ دوسری طرف یہ عقل وذہن کو مطمئن کرنے والا فہم اور منطقی تفسیر ہے، جن کی بناء پر یہ ساری حدیثیں سچی ثابت ہوتی ہیں، اور اصولی طور پر یہ موضوع درست ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ عقلمندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ وہ راہ اختیار کی جائے جس میں احادیث کا انکار نہ لازم آتا ہو۔

جب مَیں نے مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب سے اس فہم اور نئے طرز فکر کے مصدر کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اگر ان احادیث کی شرح کے مطابق دجال ظاہر ہوگیا ہے تو اس کو قتل کرنے والے مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام کا آنا بھی ضروری ہے۔ لہذا یہ مفاہیم حضرت امام مہدیؑ لے کر آئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ تمام تجدیدی مفاہیم بذریعہ وحی ان پر کھولے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں کرنے کے بعد یہ ملاقات ختم ہوگئی اور مصطفیٰ ثابت صاحب بھی واپس چلے گئے لیکن وحی اور خدا تعالیٰ کے کلام کرنے کے موضوع نے مجھے پریشان کئے رکھا۔ کیونکہ مَیں معروف اعتقاد کے مطابق یہی عقیدہ رکھتا تھا کہ اب وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ ان تمام خیالات کے باوجود میری توجہ بار بار مصطفیٰ ثابت صاحب کے اخلاق اور ان کی تواضع اور چہرے پر نمایاں ہونے والی خشیت الٰہی کی طرف جاتی اور سوچتا کہ کیا یہ اس تعلیم کا نتیجہ ہے جو ان کے بقول امام مہدی لے کر آئے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا باطل بھی یہ سب کچھ پیدا کرسکتا ہے؟

انقلاب پیدا کردینے والی کتاب

1999ء میں مصطفیٰ ثابت صاحب دوبارہ مصر تشریف لائے تو ہماری بات چیت دوبارہ شروع ہوئی۔ انہوں نے مجھے ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا عربی ترجمہ دیا جس نے میرے اندر ایک عجیب انقلاب برپا کردیا۔

چنانچہ مَیں نے امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں تمام امور کی تفصیلی تحقیق کا فیصلہ کرلیا۔ مَیں اپنی ذاتی تحقیق کی بنا پر اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ کا عقیدہ غلط او رقرآن کی حرمت کے خلاف ہے۔ اسی طرح میں دینی آزادی کا قائل تھا، جب احمدیت کے بارہ میں تحقیق کرنے لگا تو دیکھا کہ احمدیت تو انہی باتوں کا پرچار کرتی ہے۔ اب بعض آیات قرآنیہ کے بارہ میں روایتی قسم کے سوالات کا مرحلہ تھا جن کو مَیں نے یکے بعد دیگرے مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے سامنے پیش کرنا شروع کیا تو انہوں نے جواب دینے کی بجائے مجھے فائیو والیم کمنٹری تھمادی اور کہا کہ اس میں سب سوالوں کا جواب موجود ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ اس میں میرے تمام سوالوں کا جواب میرے ہی طرز فکر اور میری توقع کے عین مطابق لیکن بہت مدلل اور مطمئن کرنے والا تھا۔

تأملات

مصطفیٰ ثابت صاحب چلے گئے اور پھر 2001ء میں دوبارہ مصر تشریف لائے لیکن مَیں نے اس عرصہ میں بہت سوچا کہ وحی الٰہی کا جھوٹا دعویٰ ظلم عظیم کہلاتا ہے۔ جبکہ جو امور امام مہدی علیہ السلام لے کر آئے ہیں سب حق وہدایت اور روحانی علوم پر مشتمل ہیں اور ان میں سے اِکّا دُکّا مفہوم تو یہاں وہاں کوئی نہ کوئی بیان کردیتا ہے لیکن اس قدر سچے مفاہیم اتنی تعداد میں اس پوری صدی میں کسی بھی شخص کو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ نے اس عظیم انعام سے ایسے لوگوں کو نوازا ہے جو ظلم عظیم کرتے ہوئے وحی الٰہی کا دعوی کرتے ہیں؟

درست سوچ کا آخری منطقی نتیجہ

بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یا تو یہ شخص سچا ہے اور جو کچھ بیان کر رہا سب سچ ہے، یا اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور تمام امور بھی غلط ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا فہم دینِ اسلام اس قدر خوبصورت، جذاب، اور دل کو موہ لینے والا ہے جسے کسی طور بھی باطل نہیں کہا جاسکتا، اس لئے ثابت ہوا کہ وہ خود بھی سچے ہیں اور یہ مفاہیم صرف سچوں کو ہی دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر امام مہدی سچے ہیں تو ان کے جملہ مفاہیم کو قبول کرنا واجب ہے کیونکہ وہ خدا کی راہنمائی سے ہدایت یافتہ ہے۔

جب 2001ء میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب تشریف لائے تو مَیں نے انہیں بتایا کہ مَیں امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لے آیا ہوں۔ انہیں شدت جذبات کی وجہ سے ایک لمحہ کیلئے میری بات کا یقین نہ آیا۔ بہر حال انہوں نے اس کے بعد مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت وسوانح پر مبنی اپنی تالیف کردہ کتاب ''السیرۃ المطہرۃ'' کا مسودہ مجھے دیا جس کو پڑھنے کے بعد مَیں نے انہیں کہا کہ مجھے پہلے آپ نے یہ کتاب کیوں نہ دی کیونکہ مجھے امام مہدی علیہ السلام کی شخصیت کے بارہ میں اس تفصیل سے پہلے پتہ چل جاتا تو مَیں شاید اس سے پہلے احمدی ہو چکا ہوتا۔ اس کے بعد مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور معانی ومفاہیم کا ایک بحرِ زخار میرے سامنے ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب اور ڈاکٹر حاتم صاحب کے ساتھ ملاقاتوں کے بعد میرے ایک بیٹے کے علاوہ باقی چاروں بچوں اور اہلیہ نے بھی یکے بعد دیگرے بیعت کرلی۔

تبلیغ وروحانی اولاد

2002ء میں میرے ساتھ تجرباتی طور پر کام کرنے والے انجینئرنگ کے ایک طالبعلم عمرو نبیل صاحب نے بعض مفاہیم اور تفاسیر کے بارہ میں میرے ساتھ بات کی۔ مَیں نے احمدیت کی دل موہ لینے والی تشریحات بیان کیں تو اس نے پوچھا کہ کیا یہ مفاہیم وتفاسیر آپ کی سوچ وفکر کا نتیجہ ہیں؟ کیونکہ اگر یہ آپ کے اپنے خیالات ہیں تو آپ عالم اسلام کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ مَیں نے کہا نہیں بلکہ میرا ایک ہندوستانی مرشد ہے اور یہ سب اس کی فہم وسوچ کا نتیجہ ہے۔

ایک دن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''نجم الہدیٰ'' پڑھ رہا تھا کہ یہ دوست آگئے اور پوچھا کہ یہ کونسی کتاب ہے اور کیا وہ اسے پڑھ سکتا ہے؟ مَیں نے اسے کتاب دے دی۔ کچھ دیر کتاب کی ورق گردانی کے بعد یہ دوست مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا اس کتاب کا مؤلف ہی آپ کا ہندوستانی مرشد ہے؟ مَیں نے کہا ہاں۔ اس پر اس نے کہا کہ کیا ان کے بارہ میں میری رائے بھی آپ سننا چاہیں گے؟ مَیں نے کہا کیوں نہیں۔ اس نے کہا: یہ شخص سچا ہے اور مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

مکرم عمرو نبیل صاحب نے بیعت کے بعد غیر معمولی تبدیلی پیدا کی اور ان کے کردار وگفتار میں واضح طور پر ایک فرق نظر آنے لگ گیا۔ جب یہ صورتحال ان کے والد مکرم نبیل حسین صاحب نے دیکھی تو اپنے بیٹے سے ان نئی طرز کے افکار وتفاسیر کے بارہ میں پوچھا کہ تمہیں کون سکھاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ سب مجھے فتحی عبد السلام نے سکھایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اپنے گھر دعوت پر بلایا اور مختلف آیات کی تفسیر اور دینی مسائل کے فہم کے بارہ میں بات ہوئی۔ اس کے بعد مکرم نبیل صاحب نے جماعت کی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور جماعت کے عقائد کے بارہ میں تحقیق کی اور بالآخر 2006ء میں ایک روز جمعہ کے دن ڈاکٹر حاتم صاحب کے گھر آئے اور اپنی بیعت کا اعلان کردیا۔

ترجمہ کتاب ''حیاۃ محمد ﷺ''

2004ء میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے مجھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی کتاب Life of Muhammad کا عربی میں ترجمہ کرنے کا مشورہ دیا۔ جسے میں نے ایک سال بعد یعنی 2005ء میں مکمل کرلیا۔ مجھے سیرت رسول ﷺ کی کتب پڑھنے کا شروع سے ہی بہت شوق ہے اور مَیں نے بڑے بڑے مؤلفین کی تمام کتبِ سیرت پڑھی ہیں لیکن یہ کتاب اپنے منفرد اسلوب بیان کی وجہ سے سب پر فوقیت لے گئی۔ مجھے اس کتاب کے ترجمہ کے دوران ایسے محسوس ہوا جیسے میں نے آنحضرت ﷺ کا حقیقی چہرہ دیکھ لیا اور جیسے آپ ﷺ ہمارے درمیان زندہ موجود ہیں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے کچھ اس پیرائے میں آنحضرت ﷺ کی شخصیت کو پیش کیا کہ اس کو پڑھ کر ایک انسان حقیقت میں اس مثال اور اعلیٰ ترین اسوۂ حسنہ کی حامل شخصیت کو پالیتا ہے جس کی پیروی اور اقتداء کا تصور اس نے اپنے دل ودماغ اور قلب وذہن میں قائم کیا ہوتا ہے۔

ایم ٹی اے کے پروگرام الحوار میں شرکت

2006ء میں مجھے مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے الحوار المباشر میں بذریعہ فون شامل ہونے کے لئے کہا۔ میری فون کال کو پسند کیا گیا اور متعدد دفعہ بذریعہ فون شامل ہونے کے بعد اسی سال مکرم محمد شریف صاحب نے مجھے پروگرام میں شامل ہونے کیلئے بلالیا۔

خلیفۂ وقت سے پہلی ملاقات

2006ء میں ہی میرے لئے خلیفۂ وقت سے ملاقات کا پہلا موقعہ پیدا ہوا۔ میرے جذبات کا عجیب عالم تھا۔ حضور انور سے ملتے ہی میرے ہونٹ آپ کے دستِ مبارک کے بوسے لینے لگے۔ امام مہدی کے لختِ جگر اور آنحضرت ﷺ کی موعود روحانی اولاد کو اپنی آنکھوں کے سامنے پا کر میری کیفیت ناقابل بیان تھی۔

اس ملاقات کے آخر پر حضور انور کی طرف سے ''اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ'' والی انگوٹھی کا تحفہ اور یادگار تصویر بے پایاں احسان تھا۔

ٹی وی پروگرامز

عیسائی پادری زکریا بطرس نے جہاں آنحضرت ﷺ اور اسلام کو اپنی بدزبانیوں کا نشانہ بنایا وہاں قرآن کریم پر بھی حملہ کیا اور اس موضوع پر بھی پروگراموں کی ایک سیریز چلائی جس کا عنوان تھا: ھل القرآن کلام اللّٰہ؟ یعنی کیا قرآن خدا کا کلام ہے؟ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے مجھے اس کے بعض پروگراموں کا جواب دینے کے لئے کہا۔ مَیں نے اس کی تیاری کی اور 2006 میں لندن میں پروگراموں کی ایک سیریز ریکارڈ کروائی جس کا نام ہے: نَعَمْ إِنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ۔ یعنی: ہاں یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید متعدد پروگراموں میں شرکت اور کئی پروگرامز ریکارڈ کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

(باقی آئندہ)

خطبہ جمعہ

جوں جوں احمدیت کا پیغام پھیل رہا ہے دنیا احمدیت کی آغوش میں آرہی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ واقفین زندگی اور دینی علم رکھنے والوں کی ضرورت بھی بڑھ رہی ہے جو تبلیغ اور تربیت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

والدین کو ہمیشہ یادرکھنا چاہئے کہ بچے کو وقف کے لئے تیار کرنا،اس کی تعلیم وتربیت پر توجہ دینا والدین کا کام ہے۔

سیکرٹریان وقف نو کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت،کونسلنگ اور گائیڈنس وغیرہ کریں۔

واقفین نو کا سلیبس پڑھانا ماں باپ اور نظام دونوں کا کام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے واقفین زندگی کی مختلف خصوصیات کا تذکرہ اور مبلغین و واقفین وطلباء جامعات احمدیہ کو اہم ہدایات۔

واقفین زندگی کی بیویاں بھی اپنے اندر قناعت پیدا کریں اور اپنے خاوندوں سے کوئی ایسا مطالبہ نہ کریں جو پورا نہ ہو اور واقف زندگی کو ابتلا میں ڈال دے۔

واقفین نو کے سلسلہ میں والدین اور سیکرٹریان وقف نو کو نہایت اہم ہدایات۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 22/اکتوبر 2010ء بمطابق 22/اخاء 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کررہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وَ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(آل عمران:105)

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ:122)

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ آلِ عمران کی ہے۔ اس کا ترجمہ ہے کہ ’’چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور نیکی کی تعلیم دیں اور بدیوں سے روکیں اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں‘‘۔

دوسری آیت سورۃ توبہ کی ہے۔اس کا ترجمہ ہے کہ ’’مومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے ہر فرقے میں سے ایک گروہ نکل کھڑا ہوتا کہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور اپنی قوم کو خبردار کریں جب ان کی طرف واپس لوٹیں تا کہ شاید وہ ہلاکت سے بچ جائیں‘‘۔

ان آیات میں جیسا کہ ابھی دیکھا اللہ تعالیٰ نے ایسے گروہ کا ذکر فرمایا ہے جو دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں تا کہ نیکیوں کو قائم کریں، برائیوں سے روکیں اور تبلیغِ اسلام میں اپنی زندگی گزاریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں دین کی خاطر زندگی وقف کرنے کا نظام کسی نہ کسی شکل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے سے ہی قائم ہے اور خلافتِ ثانیہ میں اس میں ایک باقاعدگی پیدا ہوئی۔ باقاعدہ زندگی وقف کرنے کے بانڈ (Bond) یا فارم پُر کئے جانے لگے۔ دینی تعلیم کے لئے جامعہ احمدیہ کے نظام کو مزید منظّم کیا گیا۔ مبلغین بیرونِ ملک بھیجے جانے لگے جنہوں نے تبلیغی میدانوں میں بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغی اور تربیتی سرگرمیوں میں اپنی پہچان کروائی اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج تک جاری ہے اور مبلغین مختلف ممالک میں اس کام میں مصروف ہیں۔ ان مبلغین اور مربیان اور معلمین میں پاکستان، ہندوستان کے علاوہ اب مختلف قوموں کے افراد شامل ہو چکے ہیں۔ خاص طور پر افریقن ممالک کے، اسی طرح انڈونیشیا کے مبلغین اور معلمین کافی تعداد میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ وفا کے ساتھ ان سب کو خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

واقفینِ زندگی کے نظام میں ایک دوسرا گروہ بھی ہے۔ صرف مبلغین نہیں، ڈاکٹرز اور ٹیچرز اور دوسرے لوگ ہیں، وہ بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بہرحال جوں جوں جماعتی ضروریات بڑھ رہی ہیں، تبلیغی میدان میں بھی وسعت پیدا ہو رہی ہے اور خدمات کے دوسرے میدانوں میں بھی وسعت پیدا ہو رہی ہے جہاں واقفینِ زندگی اور مبلغین کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس جس طرح یہ وسعت پیدا ہو رہی ہے، کام بڑھ رہے ہیں، احمدیت کا پیغام پھیل رہا ہے۔ دنیا احمدیت کی آغوش میں بھی آ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ واقفینِ زندگی اور دینی علم رکھنے والوں کی ضرورت بھی بڑھ رہی ہے جو تبلیغ اور تربیت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جماعت کے ہر فرد کا ہمہ وقت تبلیغی اور تربیتی کاموں میں مصروف رہنا ممکن نہیں۔ اس لئے ایک گروہ ہو جو خاص طور پر یہ کام سرانجام دے۔ باوجود اس کے کہ ایک دوسری جگہ امت کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ وہ نیکیوں کے پھیلانے، برائیوں سے روکنے اور دعوتِ الی اللہ کا فرض ادا کرے۔ لیکن پھر بھی یہ فرمایا ہے کہ کیونکہ یہ جو نظامِ دنیا ہے اس کو چلانا بھی ضروری ہے، اس لئے جو اس میں مصروف ہوں گے وہ بھی ہمہ وقت، وقت نہیں دے سکتے۔ پھر ہر ایک کا مزاج بھی ایسا نہیں ہوتا کہ وہ تبلیغی اور تربیتی کام احسن رنگ میں سرانجام دے سکے۔ پھر تمام کے تمام امت کے افراد دین کا وہ فہم اور ادراک بھی حاصل نہیں کر سکتے جو ایک مبلغ اور مربی کے لئے ضروری ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ تمام لوگوں کو خاص توجہ کے ساتھ ٹریننگ بھی نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے ایک گروہ ہونا چاہئے جو پوری توجہ سے دین سیکھے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات، اوامر ونواہی سے واقفیت حاصل کرے۔ ان کی گہری حکمت سیکھے اور پھر پھیلائے۔ ماشاء اللہ جماعت میں ایسے بھی بہت سے افراد ہیں جو اپنے ذوق اور شوق کی وجہ سے دنیاوی تعلیم کے علاوہ بھی دینی علم کا کافی درک رکھتے ہیں۔ لیکن بعض دفعہ، بلکہ اکثر دفعہ ان کی دوسری مصروفیات ایسی ہو جاتی ہیں جو مستقل طور پر وقت دینے میں آڑے آتی ہیں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین کے کام کے لئے واقفِ زندگی کا ایک گروہ ہونا چاہئے اور پھر کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس لئے ہر فرقے میں سے یعنی ہر گروہ میں سے، ہر طبقے میں سے، لوگوں کے ہر حصے میں سے متفرق قسم کے لوگوں میں سے یہ ایک گروہ ہونا چاہئے۔ اور پھر مزید وسعت پیدا کریں تو فرمایا کہ ہر قوم میں سے ایسے لوگ ہوں جو دین سیکھیں اور آگے سکھائیں۔ ہر قوم اور ہر گروہ اور ہر طبقے کے مزاج، نفسیات اور طریق مختلف ہوتے ہیں۔ اس کے مطابق تبلیغ کا طریق اختیار کیا جائے۔ اس طرح تبلیغ کرنی بھی آسان رہے گی اور تربیت بھی آسان رہے گی۔ بہرحال یہ رہنمائی اللہ تعالیٰ نے فرمائی

کہ مومنوں کا ایک گروہ ہو جو تبلیغی اور تربیتی کام سرانجام دے اور پھر یہ کہ ہر قوم اور ہر طبقے کے لوگوں میں سے ہوتا کہ اس کام میں سہولت پیدا ہو سکے۔

پس جماعت احمدیہ میں اس اصول کے تحت دین کی خاطر زندگی وقف کرنے کا نظام قائم ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا مختلف قوموں اور طبقوں کے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب اس نظام کا حصہ بن چکے ہیں اور بن رہے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ جماعتی ضروریات بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس تعداد میں اضافے کی بھی ضرورت ہے اور یہ ضرورت آئندہ بڑھتی بھی چلی جائے گی۔ فی الحال صرف موجودہ وقت میں ضرورت نہیں ہے بلکہ آئندہ اس ضرورت نے مزید بڑھنا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ضرورت کو بھانپتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی پا کر واقفینِ نو کی سکیم شروع فرمائی تھی۔ اور اس کی بنیادی اینٹ ہی تقویٰ پر رکھتے ہوئے والدین کو یہ تحریک فرمائی تھی کہ بجائے اس کے کہ بچے بڑے ہو کر اپنی زندگیاں وقف کریں اور اپنے آپ کو پیش کریں، والدین دین کا درد رکھتے ہوئے اور تقویٰ پر قائم ہوتے ہوئے اپنے بچوں کو ان کی پیدائش سے پہلے دین کی راہ میں وقف کرنے کے لئے پیش کریں۔ اور حضرت مریم کی والدہ کی طرح یہ اعلان کریں کہ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ (آل عمران :36) کہ اے میرے ربّ! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اسے مَیں نے تیری نذر کرتے ہوئے آزاد کر دیا۔ یعنی دین کے کام کے لئے پیش کر دیا اور دنیاوی دھندوں سے آزاد کر دیا، پس مجھ سے یہ قبول کر لے۔ پس جب خاص طور پر اس دعا کے ساتھ مائیں اپنے بچے جماعت کو پیش کرتی ہیں، خلیفۂ وقت کے سامنے پیش کرتی ہیں اور کریں گی تو ان کی بہت بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ پھر ان بچوں کی تربیت اس طرح کریں کہ وہ اپنی زندگیاں خدا کی راہ میں اس وقف کا حق ادا کرتے ہوئے گزارنے کے لئے پیش کریں۔ پورا عرصہ حمل ان کے لئے یہ دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو دین کا خادم بنائے۔ دنیاوی آلائشوں سے پاک رکھے۔ دنیا کی طرف رغبت نہ ہو بلکہ یہ لوگ دین کے لئے خالص ہو جائیں۔ پھر پیدائش کے بعد بچے کی تعلیم و تربیت اس نہج پر ہو کہ اس بچے کو ہر وقت یہ پیشِ نظر رہے اور اس کو یہ باور بھی کروایا جائے کہ مَیں واقفِ زندگی ہوں اور میں نے دنیاوی جھمیلوں میں پڑنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں زندگی گزارنی ہے۔ جب اس طرح ابتدا سے ہی تربیت ہو گی تو نوجوانی میں قدم رکھ کر بچہ خود اپنے آپ کو پیش کرے گا اور خالص ہو کر دین کی خدمت کے لئے پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔ پس والدین کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ بچے کو وقف کے لئے تیار کرنا، اس کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینا والدین کا کام ہے تاکہ ایک خوبصورت اور ثمر آور پودا بنا کر جماعت اور خلیفہ وقت کو خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے پیش کیا جائے۔ یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارا بچہ وقفِ نو ہے اس لئے ابتدا سے اس کو جماعت سنبھالے، یہ بالکل غلط سوچ ہے۔ جماعت تعلیم و تربیت کے لئے رہنمائی تو ضرور کرتی ہے اور کرنی چاہئے۔ اس کے لئے ربوہ میں مرکز میں وکالتِ وقفِ نو بھی قائم ہے۔ قادیان میں نظارتِ تعلیم کے تحت وقفِ نو کا شعبہ قائم ہے۔ یہاں لندن میں مرکزی طور پر براہِ راست خلیفہ وقف کی نگرانی میں اس شعبہ کا کام ہو رہا ہے۔ جماعتوں میں سیکرٹریانِ وقفِ نو کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت، کونسلنگ اور گائیڈنس وغیرہ کریں اور ان کو ایک جماعت کا فعال حصہ بنانے کی کوشش کریں اور اس میں اپنا بھی فعال کردار ادا کریں۔ لیکن ان سب کے باوجود والدین کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جماعت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیشِ نظر وقفِ نو کی سکیم کا اجراء ہوا تھا۔ اور یہ ایک انتہائی اہم اور آئندہ جماعتی ضروریات کو پوری کرنے والی سکیم ہے جس میں علاوہ مختلف مربیان و مبلغین کے مستقبل میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے واقفینِ زندگی کی ضرورت ہو گی۔ پس والدین اور وقفِ نو کے شعبہ کو اس ذمہ داری میں اپنا کردار ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔

اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ سیکرٹریانِ وقفِ نو اس طرح فعال نہیں جس طرح ان کو ہونا چاہئے۔ پس وہ فعال ہوں تاکہ یہ بچے جب میدانِ عمل میں آئیں تو میدان میں آ کر قوموں کو اپنے لوگوں کو، تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کا اہم کردار ادا کر سکیں۔ اور فلاح پانے والے گروہ میں خود بھی شامل ہوں اور نہ صرف خود فلاح پانے والے بنیں بلکہ دنیا کی فلاح اور بقا کا باعث بنیں۔ بے شک والدین کا بھی یہ کام ہے کہ اپنے ہر بچے کی تربیت کریں اور کوئی احمدی بچہ بھی ضائع ہونا جماعت برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ سب جماعت اور قوم کی امانت ہیں۔ لیکن واقفینِ نو بچوں کے ذہن میں بچپن سے ہی یہ ڈالا جائے کہ تمہیں ہم نے خدا تعالیٰ کے راستے میں وقف کیا ہے۔ صرف وقفِ نو کا ٹائٹل مل جانا ہی کافی نہیں ہے بلکہ تمہاری تربیت، تمہاری تعلیم، تمہارا اٹھنا بیٹھنا، تمہارا بات چیت کرنا، تمہارا لوگوں سے ملنا جلنا، تمہیں دوسروں سے ممتاز کرے گا۔ یہ عادتیں پھر عمر کے ساتھ ساتھ پختہ ہوں اور کوئی انگلی کبھی تمہاری کردار کشی کرتے ہوئے نہ اٹھے۔

پھر واقفینِ نو کا سلیبس ہے جو جماعت نے، مرکز نے بنایا ہوا ہے۔ اس سے آگاہ کرنا، اسے پڑھانا ماں باپ اور نظام دونوں کا کام ہے تاکہ تَفَقُّه فِی الدِّیْن میں بچپن سے ہی رجحان ہو اور اس میں ہر آنے والے دن میں بہتری آتی رہے۔ تبھی ہم آئندہ آنے والے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تبھی ہم دنیا کی دین کو سمجھنے کی ضرورت کو بروقت پورا کر سکتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بچے میں خود دین سیکھنے کی لگن ہو۔ اگر یہ ہو گا تو پھر ہی صحیح فہم و ادراک بھی حاصل کرنے کی طرف توجہ ہو گی۔ ورنہ مجبوری کا سیکھنا اور مجبوری کا وقف یہ فائدہ مند اور کارآمد نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو تَفَقُّه فِی الدِّیْن کریں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین سکھایا ہے اس میں تَفَقُّه کر سکیں۔ پس ہمارے واقفِ زندگی اور خاص طور پر وہ جو دین سیکھ کر اپنی زندگیاں وقف کرنا چاہتے ہیں یا واقفینِ نو جو دنیا کے مختلف جامعات میں پڑھ رہے ہیں، انہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین سکھایا ہے وہ سیکھنا ہے۔ اور آپؐ نے کیا دین سکھایا؟ آپ نے ہمارے سامنے جو دین پیش کیا اور جس کا نمونہ قائم فرمایا اس کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ بیان ہمارے لئے راہِ عمل ہے کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن (مسند احمد بن حنبل جلد 8 مسند عائشہؓ صفحہ نمبر145-144 حدیث نمبر25108 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998) کہ آپ کا خُلق قرآن تھا۔ آپکا دین قرآنِ کریم کے ہر حکم کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا اور اسے پھیلانا تھا۔ پس آپ کے اسوہ پر چلنے کا تو ہر مومن کو حکم ہے لیکن وہ لوگ جو تَفَقُّه فِی الدِّیْن کرنے والے ہیں، جو دین کو سمجھنے اور سیکھنے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، جو عام مومنین سے بڑھ کر خیر کی طرف بلانے والے ہیں، جن سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کی نسبت بہت زیادہ نیکیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ہیں ان کو کس قدر اس اُسوہ پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ پس جو واقفینِ زندگی ہیں ان کو اپنا اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن ایک مکمل شرعی کتاب ہے تو پھر تَفَقُّه فِی الدِّیْن کرنے والے اس بات کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں کہ اپنی زندگیوں کو اس تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں تاکہ اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کر سکیں۔ اپنے نمونے قائم کر کے خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہوں۔ احسن رنگ میں تبلیغ اور تربیت کا فریضہ سرانجام دینے والے ہوں۔

اب مَیں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش رکھتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں کہ کس قسم کے واقفینِ زندگی ہونے چاہئیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

”ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور سے کچھ کر کے دکھانے والے ہوں۔ علمیت کا زبانی دعویٰ کسی کام کا نہیں“۔

پس یہاں مَیں تمام مبلغین اور جو دنیا کے مختلف جامعہ احمدیہ میں پڑھ رہے ہیں، ان پڑھنے والوں سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔ ہمیشہ اپنے جائزے لیتے رہیں کہ ہمارے علم اور عمل میں مطابقت ہے یا نہیں۔ وعظ تو ہم کر رہے ہوں کہ نمازوں میں سستی گناہ ہے اور خود نمازوں میں سستی ہو۔ خاص طور پر طلباء جامعہ احمدیہ جو ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے۔ بعض عملی میدان میں آئے ہوئے بھی سستی کر جاتے ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ دوسروں کو تو ہم یہ کہہ رہے ہوں کہ بدرسومات جو مختلف جگہوں پر ہوتی ہیں، مثلاً شادی بیاہ میں ہوتی ہیں یہ بدعات ہیں اور خلیفہ وقت اور نظامِ جماعت ان کی اجازت نہیں دیتا، دین ان کی اجازت نہیں دیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے ان کو رد فرمایا ہے۔ اللہ اور رسول ان کو ردّ کرتے ہیں۔ لیکن اپنے بچوں یا اپنے عزیزوں کی شادیوں میں ان باتوں کا خیال نہ رہے یا ایسی شادیوں میں شامل ہو جائیں جن میں یہ بدرسومات کی جا رہی ہوں اور وہاں بیٹھے رہیں اور نہ ان کو سمجھائیں اور نہ اٹھ کر آئیں تو یہ چیزیں غلط ہیں۔ پس اگر دین کا علم سیکھا ہے تو اس لئے کہ عالم باعمل بنیں اور بننے کی کوشش کریں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ واقفِ زندگی ایسے ہونے چاہئیں کہ ”نخوت اور تکبر سے بکلی پاک ہوں“۔

اب ہر واقفِ زندگی جائزہ لے جو میدانِ عمل میں ہیں یا مختلف جگہوں پر کام کر رہے ہیں اور وہ بھی جو جامعات میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور جب ہمیں جائزے لینے کی یہ عادت پڑے تو پھر ایک تبدیلی بھی پیدا ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس سال کینیڈا کے جامعہ احمدیہ سے بھی واقفینِ نو کی اور مربیان کی، مبلغین کی پہلی کھیپ نکل رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ باقی جگہوں سے بھی واقفینِ نو میں سے نکلنی شروع ہو جائے گی بلکہ پاکستان میں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ واقفینِ نو مربیان بن بھی چکے ہوں۔ تو ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ عاجزی اور انکساری ایک مبلغ کا خاصہ ہونا چاہئے لیکن وقار قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔

پھر آپ نے واقفینِ زندگی کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ”ہماری کتابوں کا کثرت سے مطالعہ

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) & David Wilson.

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

کرنے سے ان کی علمیت کامل درجہ تک پہنچی ہوئی ہو‘‘۔

پس یہ نہیں فرمایا کہ پہنچائیں۔ اتنا مطالعہ کریں کہ علمیت کامل درجہ تک پہنچی ہوئی ہو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ جامعہ میں پڑھنے کے دوران بھی اور میدانِ عمل میں بھی انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ یہی اس زمانے میں صحیح اسلامی تعلیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ’’ قناعت شعار ہونا بھی ایک مبلغ اور مربی کے لئے ضروری ہے‘‘۔ اور اس قناعت شعاری کے بارے میں جو معیار آپ نے مقرر فرمایا وہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ’’ اگر ہماری منشاء کے مطابق قناعت شعار نہ ہوں، تب تک پورے اختیار بھی نہیں دے سکتے‘‘۔

یعنی جو قناعت شعار ہوگا اسی کو اس تبلیغ کا، وقفِ زندگی کے کاموں کا اختیار دیا جا سکتا ہے۔ اور منشاء کیا ہے؟ فرمایا کہ’’ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ایسے قانع اور جفاکش تھے کہ بعض اوقات صرف درختوں کے پتوں پر ہی گزارہ کر لیتے تھے‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 658جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا اور خواہش کو پورا فرماتے ہوئے ایسے بزرگ مبلغین اپنے فضل سے عطا فرمائے ہیں جن کی قناعت قابلِ رشک تھی۔ آج مبلغین کو سہولتیں بھی ہیں لیکن ایک وقت ایسا تھا جب سہولتیں نہیں تھیں۔ جماعت کے مالی حالات بھی اب اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر ممکن خیال رکھنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ گو بعض جگہ اب بھی تنگی اور مشکلات کا سامنا ہے لیکن جب دین کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا تو پھر ان مشکلات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور نہ ہونی چاہئے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ اور قادیان کے علاوہ دنیا کے بعض مغربی ممالک میں بھی مثلاً UK میں، جرمنی میں، کینیڈا میں جامعات قائم ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ کینیڈا کے جامعہ سے اس سال مربیان کی پہلی کھیپ فارغ ہو رہی ہے جو میدانِ عمل میں آئیں گے۔ اسی طرح انڈونیشیا اور افریقہ کے بعض ممالک میں بھی جامعہ احمدیہ قائم ہیں۔ جہاں تک افریقہ اور انڈونیشیا وغیرہ کے جامعات کا تعلق ہے وہ تو وہیں کے رہنے والے طلباء ہیں جو عموماً وہیں تعینات بھی ہوتے ہیں۔ اپنے ملکوں کے حالات میں گزارہ کرنے والے ہیں۔ لیکن مغربی ممالک میں جو طلباء اب میدانِ عمل میں آ رہے ہیں اور انشاء اللہ آئیں گے انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ بحیثیت واقفِ زندگی انہیں جہاں بھی بھیجا جائے انہوں نے تعمیل کرنی ہے اور جانا چاہئے۔ یہی وقف کی روح ہے۔ اور ضروری نہیں ہے کہ ان کو یورپ میں لگایا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں رہنے والے اُدھر افریقہ میں بھیجے جائیں تو افریقہ کے سخت موسم سے پریشان ہو جائیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی خاطر وقف کر دیا تو پھر سختی کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا اب سہولتیں بھی ہیں اور شروع میں جو مبلغین میدانِ عمل میں باہر گئے تھے ان کو بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ان مبلغین کے بعض واقعات میں نے لئے ہیں تا کہ آپ کو احساس ہو کہ کس طرح وہ قربانی دیتے رہے اور کن حالات میں وہ گزارا کرتے رہے ہیں۔

ہمارے ایک مبلغ تھے حضرت سید شاہ محمد صاحب۔ انہوں نے اپنا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ مَیں متواتر اٹھارہ سال انڈونیشیا میں کام کرتا رہا اور اللہ کے فضل سے مَیں نے کبھی کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ اپنا پورا وقار رکھا۔ بہت معمولی الاؤنس پر گزارہ ہوتا تھا۔ مشکل سے شاید دو وقت کی روٹی چلتی ہو۔ اپنی ہر حاجت کے لئے اپنے ربّ کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہا اور وہ میری حاجت روائی کرتا رہا۔ کہتے ہیں جب اٹھارہ سال بعد میری واپسی ہوئی تو مَیں بڑا خوش تھا۔ بحری جہاز کے ذریعے سے پاکستان کے لئے روانہ ہوا۔ اور کہتے ہیں میرے پاس ایک پرانی اچکن تھی اور دو ایک شلوار قمیص کے دھلے ہوئے جوڑے تھے۔ اور کچھ نہیں تھا۔ کہتے ہیں مَیں بحری جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ ہوائی جہاز کا تو اس وقت تصور ہی نہیں تھا۔ راستے میں مجھے خیال آیا کہ مَیں اتنے عرصے کے بعد ملک واپس جا رہا ہوں اور میرے پاس نئے کپڑے بھی نہیں ہیں جنہیں پہن کر مَیں ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر اتروں گا۔ اس وقت مبلغین کراچی آیا کرتے تھے۔ پھر وہاں سے ٹرین پر ربوہ پہنچتے تھے۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں انہی خیالات میں تھا اور دعاؤں میں لگا ہوا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے دل میں بھی اس قسم کی خواہش نہیں کرنی چاہئے تھی۔ یہ وقف کی روح کے خلاف ہے۔ کہتے ہیں مَیں نے اس پر بڑی توبہ استغفار کی۔ اور پھر چند دن بعد جہاز سنگاپور میں پورٹ پر رکا۔ کہتے ہیں مَیں جہاز کے عرشے پہ کھڑا، ڈیک پہ کھڑا نظارہ کر رہا تھا کہ مَیں نے ایک شخص کو ایک گٹھڑی اٹھائے ہوئے جہاز پر چڑھتے دیکھا۔ وہ سیدھا جہاز کے کپتان کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھنے لگا۔ کپتان نے اسے میرے پاس بھیج دیا۔ وہ مجھ سے گلے ملا۔ بغل گیر ہو گیا اور کہا کہ وہ احمدی ہے اور درزی کا کام کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ جب الفضل میں مَیں نے پڑھا کہ آپ آ رہے ہیں اور رستے میں سنگاپور رکیں گے تو مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ مَیں آپ کے لئے کوئی تحفہ پیش کروں۔ اور آپ کی تصویریں مَیں نے دیکھی ہوئی تھیں۔ قد کاٹھ کا اندازہ تھا۔ مَیں نے آپ کے لئے کپڑوں کے دو جوڑے سیے ہیں اور ایک اچکن اور ایک پگڑی تیار کی ہے۔ درزی ہوں اور یہی کچھ پیش کر سکتا ہوں آپ اسے قبول کریں۔ تو حضرت شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ کس طرح میرے خدا نے میری خواہش کو پورا کرنے کے لئے ایک احمدی کے دل میں تحریک کی جسے مَیں نہیں جانتا تھا اور نہ وہ مجھے جانتا تھا۔ وہ مبلغین کو، مربیان کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر مبلغ صرف آستانہ الٰہی پر جھکا رہے اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرے تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کے لئے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ واقفینِ زندگی سے، صرف مبلغین نہیں، ہر واقفِ زندگی سے یہ سلوک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میدانِ عمل میں آج بھی یہ نظارے دیکھتے ہیں۔

پھر مولانا غلام احمد صاحب فرخ کے بارہ میں ان کے ایک بیٹے نے لکھا کہ یہ بھی جماعت کی طرف سے بڑا عرصہ باہر مبلغ رہے ہیں۔ جب واپس آئے تو حیدر آباد میں ان کی تعیناتی ہوئی۔ وہاں جماعت کی طرف سے ایک چھوٹا سا مکان مل گیا اور اس کی بھی کافی خستہ حالت تھی۔ کیونکہ یہ لمبا عرصہ باہر رہے تھے اس لئے ہم اس بات پر خوش تھے کہ ہمارے والد اب ہمارے ساتھ تو رہیں گے۔ لیکن مکان کی حالت کو دیکھ کر ایک دن ان کے چھوٹے بھائی نے حضرت مولانا غلام احمد صاحب فرخ کو اپنی سمجھ کے مطابق کہہ دیا کہ ابا جان جماعت کو درخواست کریں کہ مکان کی مرمت کروا دیں۔ حضرت مولانا فرخ صاحب تو صرف اپنے وقف کو نبھانا جانتے تھے۔ ان کو تو ان چیزوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ انہوں نے بڑی محبت سے سارے بہن بھائیوں کو پاس بٹھایا اور بڑے طریقے سے، بڑی حکمت سے، بڑی دانائی سے واقفین کے گزراوقات میں سادگی اور بودوباش میں عاجزی اور انکساری کو پیش کیا۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ ہر خواہش کو دبانا اور ہر مطالبے سے اجتناب برتنا بھی وقفِ زندگی کا نصب العین ہے۔ اور میری دلی تمنا ہے کہ تم سب میرا سہارا بنو۔ قدم قدم پر زندگی کی تلخیوں کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کرو۔ بچوں کو یہ نصیحت کی۔

پھر مولانا غلام احمد فرخ صاحب کے یہ بیٹے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے پاس آئے۔ تو اس وقت یہ فوج میں تھے۔ فوج میں میجر تھے جب ریٹائرڈ ہوئے تھے۔ بچے اچھی جگہ پر کاموں پر لگے ہوئے تھے تو ہماری بچوں کی یہ خواہش تھی کہ ہم آپ کی کچھ خدمت کریں اور آپ ریٹائرمنٹ لے لیں۔ ہم نے اپنے والد کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہیں کل جواب دوں گا۔ اور ہم سب اس جواب سے بڑے خوش ہوئے۔ اور اطمینان ہوا کہ شاید مان جائیں گے۔ کل یہی جواب ہوگا کہ اچھا ٹھیک ہے مَیں تم لوگوں کے پاس آ جاتا ہوں۔ لیکن کہتے ہیں ہماری خوشی بھی عارضی ثابت ہوئی۔ آپ نے ہمیں اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ مَیں ایک انتہائی عاجز انسان ہوں۔ تم لوگوں نے جو بات کل مجھے کہی تھی اس نے کل کا میرے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ خدا کے لئے دوبارہ مجھے یہ بات کبھی نہ کہنا۔ مَیں نے اپنے اللہ سے حلفاً یہ عہد کیا ہوا ہے کہ وقفِ زندگی کا ہر سانس بحیثیت واقفِ زندگی بسر کروں گا یہاں تک کہ اللہ مجھے اس دنیا سے واپس بلا لے۔ ڈرتا ہوں کہ تمہاری ان باتوں سے مَیں تجدیدِ عہد میں لغزش نہ کھا جاؤں۔ اس لئے دوبارہ تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ آج کے بعد مجھ سے کبھی اس طرح نہ کہنا۔ یہ کہہ کر آپ کھڑے ہو گئے اور کہا ہمیشہ دعا کرتے رہنا کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور کئے ہوئے اپنے عہد پر پورا اتروں۔ پس یہ لوگ تھے جنہوں نے وقفِ زندگی کا اور قناعت کا حق ادا کیا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک واقفِ زندگی کے لئے فرماتے ہیں کہ’’ سفر کے شدائد اٹھا سکیں‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 684جدید ایڈیشن)

سفر کی جو مشکلیں اور صعوبتیں اور شدتیں ہیں ان کو برداشت کر سکیں۔ گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو ہماری بعثت کی اطلاع دیں۔ شروع میں ہمارے جو مبلغین افریقہ گئے ہیں اور ہندوستان میں بھی جو مبلغین تبلیغ کرتے تھے وہ سفر کی شدت برداشت کیا کرتے تھے۔ سفر کی سہولتیں تو تھیں نہیں اور زادِ راہ بھی اتنا نہیں ہوتا تھا کہ جو سہولتیں میسر ہیں ان کا استعمال کر سکیں۔ اتنے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ اور پھر نہ صرف یہ کہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے بلکہ مخالفتوں کا بھی ہندوستان میں بھی، باہر بھی اور افریقہ وغیرہ میں بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مولانا نذیر احمد علی صاحب کے کئی ایسے واقعات ہیں جب انہیں گاؤں والوں نے دھتکار دیا اور انہوں نے راتیں باہر جنگل میں گزاریں۔ ساری ساری رات مچھروں میں بیٹھے رہے۔ وہاں افریقہ میں مچھر بھی بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج افریقہ میں جماعت کی جو نیک نامی ہے اور بڑی ترقی ہے وہ انہی بزرگوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ ان کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری جو خود بھی ایک دفعہ مولوی نذیر احمد علی صاحب کے ساتھ تھے، بیان کرتے ہیں کہ جنگِ عظیم دوم کے دوران 1940ء میں ایک روز حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب اور خاکسار (مولوی صدیق صاحب) نے سیرالیون کے قاصری نامی ایک تجارتی قصبے میں تبلیغ کے لئے پروگرام بنایا۔ وہ فری ٹاؤن سے چالیس میل دور تھا اور دریا کے دوسرے کنارے پر تھا اور کشتی کے ذریعے وہاں جانا پڑتا تھا۔ حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب پہلے بھی وہاں اسلام کا پیغام پہنچا چکے تھے۔ اور اس تبلیغ کی وجہ

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

سے مخالفت بڑھ گئی تھی۔ کہتے ہیں ہمارا یہ دوسرا دورہ تھا۔ اکثر وہاں کے لوگ فولانی قبیلے کے ہیں جنہیں اپنے اسلام پر بڑا ناز ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور صحیح مسلمان ہیں۔ اپنا تعلق نسل کے لحاظ سے عرب لوگوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ بہرحال یہ لوگ وہاں گئے۔ ان فولانیوں نے اور مسلمانوں نے جھوٹی، من گھڑت باتیں لوگوں میں پھیلا دی تھیں اس کی وجہ سے وہاں لوگوں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ اگر ہم دوبارہ آئے تو ہمیں وہاں ٹھہرنے کے لئے جگہ نہیں دیں گے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف تبلیغِ اسلام تھا۔ احمدیت کا پیغام پہنچانا، اسلام کا پیغام پہنچانا تھا اور اس کی حقیقی روح سے آگاہ کرنا تھا۔ غیر مسلموں اور عیسائیوں کو باقاعدہ تبلیغ کرنا تھا۔ اس لئے ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ وہاں جا کر چند دن رہ کر اپنے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں ان کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ بہرحال وہ کہتے ہیں کہ ہم بذریعہ کشتی روانہ ہوئے اور مغرب کے وقت وہاں قاصری گاؤں میں پہنچ گئے۔ چند دن ٹھہرنے کا پروگرام تھا اور لیکچروں کا انتظام کرنا تھا۔ کہتے ہیں جب ہم کشتی سے اترے تو سیدھے چیف کے بنگلے میں گئے، کیونکہ چیف کو اس زمانے میں حکومت کی طرف سے مہمانوں کی مہمان نوازی کرنے کے لئے ایک گرانٹ ملا کرتی تھی۔ لیکن بہرحال ہمیں غلط طور پر بتایا گیا یا حقیقت تھی کہ چیف اپنے فارم پر گیا ہوا ہے اور وہ ابھی تک وہاں سے واپس نہیں آیا اور جو باقی ذمہ دار لوگ تھے وہ سب بڑی بے رخی اور مخالفت کا اظہار کر رہے تھے۔ بعض جو اُن کے ہمدرد تھے وہ بھی دوسروں کی مخالفت سے مرعوب ہو گئے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی بھی پوچھنے والا نہیں تھا۔ ہمارے ساتھ چند افریقن احمدی طالب علم تھے ۔ ان کو تو افریقن ہونے کی وجہ سے کہیں جگہ مل گئی اور وہ چلے گئے اور ہمارا سامان بھی ساتھ لے گئے اور ہم وہیں گاؤں کے باہر جنگل میں پھر رہے تھے۔ بعض لبنانی تاجروں کے ساتھ رابطہ ہوا جن کی دکانیں وہیں دریا کے کنارے پر تھیں۔ بہرحال ایک لبنانی مسلمان جو تھا اس سے ہم نے کچھ عربی میں باتیں کیں، ہماری عربی سے متأثر ہوا اور اپنے ساتھ لے گیا اور وہاں تبلیغ شروع ہو گئی۔ اور اس نے پھر زور دے کے ہمیں رات کا کھانا بھی کھلایا۔ لیکن رات کو ہم دس بجے لٹریچر وغیرہ کا ان سے وعدہ کر کے وہاں سے اٹھ کر آ گئے۔ نہ اس نے پوچھا، نہ ہم نے بتایا کہ ہمارے پاس تو رات کو ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں۔ رات ہم پھر دریا کے کنارے آ کر بیٹھ گئے اور وہ سارا علاقہ زہریلے سانپوں اور جنگلی جانوروں سے بھرا پڑا ہے۔ دریا کے کنارے مگرمچھ ہیں وہ بھی حملے کرتے رہتے تھے۔ اکثر وارداتیں ان کی ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن اللہ نے اپنا فضل کیا۔ ان کو ہر جانور کے حملے سے محفوظ رکھا۔ ایسی حالت میں اب نیند تو آ نہیں سکتی تھی تو یہ لوگ گاؤں کے باہر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلتے رہے۔ پھر کہتے ہیں کہ آدھی رات کو دریا کے کنارے ہم ریت پر بیٹھ گئے۔ قرآنِ کریم کے جو حصے ہمیں یاد تھے ایک دوسرے کو سنانے لگ گئے۔ پھر آیات کی تفسیر میں باتیں ہوتی رہیں۔ بہرحال یہ دینی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر کچھ رات گزری تو حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب نے ایک لمبی پُرسوز دعا کرائی کہ اللہ تعالیٰ اس گاؤں والوں کو ہدایت دے اور اسلام کی اور احمدیت کی ترقی اور اپنے نیک مقاصد کے لئے دعائیں کیں۔ پھر اس کے بعد ٹہلنا شروع کیا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ تین بجے کے قریب ہم لوگ اٹھے اور گاؤں میں گئے کہ مسجد میں جا کر تہجد کی نماز پڑھیں۔ جب مسجد میں داخل ہوئے ہیں تو مسلمان کہلانے والوں کی مسجد کا یہ حال تھا کہ ایک دَم اندھیرے میں عجیب قسم کی آوازیں آنا شروع ہوئیں اور تھوڑی دیر بعد وہاں مسجد سے بکریوں کا ریوڑ باہر نکلا۔ مسجد میں گند ڈالا ہوا تھا۔ کہتے ہیں ہم نے مسجد صاف کی اور پھر صفیں بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی۔ فجر کی نماز کا وقت ہوا۔ پھر ہم دونوں نے باری باری اذان دی۔ اور اذان دینے سے لوگ ہماری طرف آنا شروع ہوئے، غیر مسلم بھی آنا شروع ہوئے۔ ان کے جو بڑے مسلمان لیڈر تھے وہ اس لئے آ گئے کہ کہیں یہ نہ ہو کہ رات کو کسی نے جگہ دے دی ہو اور انہوں نے ہماری مسجد پر قبضہ کر لیا ہو۔ خیر اس کے بعد ہم نے نماز پڑھی۔ وہ ہمیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے اور انہوں نے کہا فرق تو کوئی نہیں ہے۔ یہ تو غلط مشہور ہوا ہے کہ ان کی اذان کا فرق ہے اور یا نماز میں فرق ہے۔ سوائے نماز کے اس فرق کے کہ احمدی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھ رہے تھے اور ان میں سے اکثریت کیونکہ وہاں مالکیوں کی ہے وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں تو صرف یہ فرق ہے۔ بہرحال اتنا سا تعارف ہوا اور گاؤں والوں نے کوئی پذیرائی نہیں کی۔ مخالفت تو کم نہیں ہوئی۔ یہ شکر ہے کہ انہوں نے ان کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا نہیں اور نماز پڑھ کے پھر یہ لوگ واپس آ گئے۔ (روح پرور یادیں از مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری صفحہ 226-230) تو ایسے حالات سے بھی گزرے۔ لیکن بعد میں پھر اللہ تعالیٰ نے احمدیت کا وہاں نفوذ کیا اور احمدیت ان علاقوں میں پھیلی۔ تو یہ تَفَقُّہ فِی الدِّیْن کا حقیقی اور عملی اظہار ہے جو ہمارے مبلغین نے کیا۔

پس ایک واقفِ زندگی کو اپنی خواہشات کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ شدائد سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا آج بھی بعض جگہ یہ نمونے ہمیں نظر آتے ہیں اور دیکھے ہیں۔ لیکن ہمارے نئے شامل ہونے والے مربیان بھی، مبلغین بھی اور واقفینِ نَو کو بھی ان باتوں کو سامنے رکھ کر اپنے میدان میں بھی اور تعلیم کے دوران بھی اس طرح کام کرنا چاہئے اور اس سوچ کے ساتھ اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے کہ یہ جذبہ ہے جو ہم نے لے کر میدانِ عمل میں جانا ہے۔ میرے سامنے جامعہ کے بہت سارے طلباء بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابھی سے ہی یہ سوچنا شروع کر دیں کہ اس کے بغیر ہم دین کو پھیلا نہیں سکتے۔ اور اگر یہ نہیں ہو گا تو پھر میدانِ عمل میں سوائے گھبرا جانے کے اور کچھ نہیں ہو گا۔ اور بعض تو بدقسمتی سے یہ سن کر ہی کہ بعض دفعہ ان کی ٹرانسفر کی گئی تو وقف ختم کر دیا اور وقف سے پیچھے ہٹ گئے۔ اس لئے ابھی سے اپنے آپ کو تیار کریں کہ ہمیں یہ سب قسم کی سختیاں برداشت کرنی ہیں۔ اور جامعہ میں پڑھنے والوں سے میں خاص طور پر یہ کہہ رہا ہوں کہ ابھی سے ان سختیوں کے بارے میں سوچ لیں۔ آج کل واقفینِ نَو میں سے ایک بڑی تعداد (تعداد کے لحاظ سے تو ایک اچھی تعداد ہے لیکن واقفین نو کی نسبت کے لحاظ سے نہیں) جو مختلف ملکوں کے جامعہ احمدیہ میں پڑھ رہی ہے انہیں ہمیشہ پہلے اپنے والدین کے عہد کو، پھر اپنے عہد کو اور اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقعات کو سامنے رکھنا چاہئے، اور ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ یہ وفا کا مظاہرہ ہے جو ہر واقفِ زندگی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ مربی اور مبلغ کا ایک وقار ہے جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا، اس لئے عاجزی دکھائیں۔ بیشک عاجزی تو مبلغ کے لئے ضروری ہے لیکن وقار کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ اپنی ضرورت، اپنی خواہش کا اظہار کسی کے سامنے نہ کریں۔ جیسا کہ حضرت مولوی صاحب نے بھی نصیحت کی ہے کہ اپنی ضروریات کو ہمیشہ خدا کے سامنے پیش کرو۔ اور یہ میرا اپنا ذاتی تجربہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ضروریات پوری کرتا ہے۔ گھانا میں میدان میں رہا ہوں۔ بڑے مشکل حالات تھے۔ جو مانگنا ہے خدا تعالیٰ سے مانگیں۔ تنگی ترشی برداشت کر لیں، لیکن اپنے وقار کو کبھی نہ گرائیں۔ اور یہ باتیں صرف نئے آنے والوں کو نہیں کہہ رہا بلکہ پرانوں کو بھی جو میدانِ عمل میں ہیں انہیں بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ بعض دفعہ بھول جاتے ہیں یا بعض دفعہ دنیا داروں کو دیکھ کر خواہشات بڑھ جاتی ہیں۔ ہر مربی جماعت کی نظر میں، مرکز کی نظر میں، افرادِ جماعت کی نظر میں خلیفۂ وقت کا نمائندہ ہے۔ پس کوئی ایسی حرکت نہیں ہونی چاہئے جس سے اس نمائندگی پر حرف آتا ہو۔ بعض دفعہ بیوی بچوں کی وجہ سے مجبور ہو کر بعض ضروریات کا اظہار ہو جاتا ہے۔ جماعت اپنے وسائل کے لحاظ سے حتی الامکان واقفِ زندگی کو سہولت دینے کی کوشش کرتی ہے اور کرنی چاہئے۔ لیکن جس طرح دنیا میں معاشی بدحالی بڑھ رہی ہے، غریب ممالک میں خاص طور پر برا حال ہو جاتا ہے۔ باوجود کوشش کے مہنگائی کا مقابلہ مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک مربی کا ایک واقفِ زندگی کا وقار اسی میں ہے کہ کسی کے سامنے اپنی مشکلات کا ذکر نہ کرے۔ جو رونا ہے خدا تعالیٰ کے آگے روئیں، اس سے مانگیں۔ میں نے پہلے بزرگوں کی جو مثالیں دی ہیں، آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی قربانیاں موجود ہیں۔ لیکن بعض بے صبرے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا وقف بھی توڑ جاتے ہیں۔ دوسروں کو دیکھ کر جب اپنی خواہشات کو پھیلایا جائے تو پھر یہ حال ہو جاتا ہے۔ اس سے مشکلات مزید بڑھتی ہیں۔ جب آپ اپنے ہاتھ، خواہشات کو دوسروں پر نظر رکھتے ہوئے پھیلاتے ہیں تو یا وقف توڑ دیں گے یا پھر مقروض ہو جائیں گے۔ پس اپنی چادر میں رہنا ہی ایک واقفِ زندگی کا کام ہے۔ اور اس حوالے سے مَیں واقفینِ زندگی کی بیویوں کو بھی یہ کہوں گا کہ وہ بھی اپنے اندر قناعت پیدا کریں اور اپنے خاوندوں سے کوئی ایسا مطالبہ نہ کریں جو پورا نہ ہو اور واقفِ زندگی کو ابتلا میں ڈال دے۔

پس جس عظیم کام کے لئے اور جس عظیم مجاہدے کے لئے واقفینِ زندگی خاص طور پر مبلغین اور مربیان نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے، ان کی بیویوں کا بھی کام ہے کہ اس کام میں، اس مجاہدے میں ان کی معاون بنیں۔

ایک مبلغ اور مربی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے۔ مدرسہ احمدیہ کے اجراء کے وقت آپ نے فرمایا کہ ’’یہ مدرسہ اشاعتِ اسلام کا ایک ذریعہ بنے اور اس سے ایسے عالم اور زندگی وقف کرنے والے لڑکے نکلیں جو دنیا کی نوکریوں اور مقاصد کو چھوڑ کر خدمتِ دین کو اختیار کریں............ جو عربی اور دینیات میں توغل رکھتے ہوں‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ نمبر 618 جدید ایڈیشن)

یعنی علوم حاصل کرنے اور سمجھنے کی ان میں ایک لگن ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مربیان مبلغین کو ان باتوں کو سامنے رکھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واقفینِ نَو کے سلسلہ میں بعض انتظامی باتیں بھی ہیں جو کہنا چاہتا ہوں۔ واقفینِ نو کی ایک بڑی تعداد ایسے لڑکوں اور لڑکیوں پر مشتمل ہے جو دینی علم حاصل کرنے کے لئے جامعہ میں داخل نہیں ہوتے اور مختلف میدانوں میں جاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی تعداد ہے۔ جماعت کو ایسے واقفین کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو مختلف فیلڈز (Fields) میں جائیں اور جماعت کی خدمت کریں۔ اس لئے پڑھائی کی ہر سٹیج پر واقفینِ نَو کو مرکز سے مشورہ کرنا چاہئے کہ اب یہاں پہنچ گئے ہیں ہم آگے کیا کریں۔ اب ہمارا یہ ارادہ ہے۔ کیا کرنا چاہئے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساڑھے چودہ ہزار واقفینِ نو بچے بچیاں ہیں جو پندرہ سال سے اوپر ہو چکے ہیں۔ کل تعداد تو چالیس ہزار ہے۔ ایک تو اس عمر میں ان کو خود اپنے وقف کے فارم پُر کرنے چاہئیں کہ وہ وقف قائم رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ یہ ہوش کی عمر ہے۔ سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کریں کہ وقف کو قائم رکھنا ہے یا پھر وقف نہیں کرنا۔ پہلے ماں باپ نے وقف کیا تھا اب واقفِ زندگی بچے نے، وقفِ نو بچے نے خود کرنا ہے۔ اگر وقف قائم رکھنا ہے تو مرکز کو اطلاع ہونی ضروری ہے اور پھر رہنمائی بھی لیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ہم جامعہ میں تو نہیں جا رہے، یہ یہ ہمارے شوق ہیں۔ تعلیم میں ہمیں یہ دلچسپی ہے تو آپ ہماری

رہنمائی کریں کہ ہم کونسی تعلیم حاصل کریں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا بے شک اپنے شوق بتائیں، اپنی دلچسپی بتائیں لیکن اطلاع کرنا ضروری ہے۔اور مختلف وقتوں میں پھر ان کی رہنمائی ہوتی رہے گی۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ سیکرٹریانِ وقفِ نَو کو بھی فعال ہونے کی ضرورت ہے۔اور اگر یہ فعال ہوں گے تو پھر متعلقہ جماعتوں کے اپنے واقفینِ نو بچوں سے معلومات لے کر مرکز کو اطلاع بھی کریں گے اور پھر مرکز یہ بتائے گا کہ کیا کام کرنا ہے، کیا نہیں کرنا۔یا کیا آگے پڑھنا ہے یا پڑھائی مکمل کرنے کے بعد مرکز میں اپنی خدمات پیش کرنی ہیں۔خود ہی فیصلہ کرنا واقفِ نو کا کام نہیں ہے، نہ ان کے والدین کا۔اگر خود فیصلہ کرنا ہے تو پھر بھی بتا دیں کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے اور اب میں وقفِ نو میں رہنا نہیں چاہتا تا کہ اس کو وقفِ نو کی فہرست سے خارج کر دیا جائے۔گو کہ اب تک یہی ہدایت ہے کہ پندرہ سال کے بعد جب اپنا وقف کا فارم فل(Fill) کر دیا تو پھر واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔لیکن اب میں یہ راستہ بھی کھول دیتا ہوں۔تعلیم مکمل کر کے دوبارہ لکھیں۔اور یہ لکھوانا بھی سیکرٹریانِ وقفِ نو کا کام ہے اور اس کی مرکز میں باقاعدہ اطلاع ہونی چاہئے کہ ہم نے یہ تعلیم مکمل کر لی ہے اور اب ہم اپنا وقف جاری رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں رکھنا چاہتے۔

پندرہ سال سے اوپر کی جو تعداد ہے اس کا تقریباً دس فیصد یعنی چودہ سو چھبیس کے قریب مختلف ممالک کے جامعہ احمدیہ میں واقفینِ نو پڑھ رہے ہیں۔یعنی نوّے فیصد اپنی دوسری تعلیم حاصل کر رہے ہیں جو مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہے ہیں یا پڑھائیاں چھوڑ بیٹھے ہیں یا کوئی پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔اس بارہ میں بھی باقاعدہ رپورٹ تیار ہونی چاہئے۔میرا نہیں خیال کہ نوے فیصد کے بارے میں مرکز کو باقاعدہ آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ واقفینِ نو بچے کیا کر رہے ہیں۔ان کی رپورٹ تیار ہو۔سیکرٹریانِ وقفِ نو سے مَیں کہہ رہا ہوں اور یہ رپورٹ مرکز میں بھجوائیں۔

اسی طرح واقفینِ نو کے لئے، چاہے وہ جامعہ میں پڑھ رہے ہیں یا نہیں پڑھ رہے اور کوئی دنیاوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، دینی تعلیم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔اور ان کے لئے سلیبس بنایا گیا ہے۔پہلے پندرہ سال کے بچوں تک کے لئے تھا۔اب انیس سال تک کے لئے بنایا گیا ہے۔اس کو پڑھنا اور اس کا امتحان دینا بھی ضروری ہے۔اور یہ انیس سال والا بیس سال تک بھی extend کیا جا سکتا ہے۔تو اس میں شامل ہونا اور اس میں واقفینِ نو کے سیکرٹریان کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ سو فیصد شمولیت ہو، یہ بھی ضروری ہے۔اور پھر ان کے نتائج مرکز میں بھجوائے جائیں۔

مختلف اوقات میں یہاں مرکز سے بھی شعبہ وقفِ نو سے ہدایات جاتی رہتی ہیں۔ان کے بارہ میں بعض جماعتیں بلکہ اکثر جماعتیں جواب ہی نہیں دیتیں۔ان کی یاددہانی کے لئے گو کہ بعض باتیں پہلے بھی آ گئی ہیں لیکن جو سرکلر جاتے ہیں وہ مَیں دوبارہ آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔مثلاً ایک ہدایت یہ ہے کہ وقفِ نَو میں شمولیت کے لئے لازمی ہے کہ ولادت سے قبل والدین خود تحریری طور پر خلیفہ وقت کو درخواست دیں اور بعض دفعہ بعض لوگ بعد میں، پیدائش کے بعد درخواستیں بھیجتے ہیں کہ ہمیں بھول گیا تھا یا فلاں مجبوری ہو گئی تھی۔تو یہ ٹھیک نہیں۔شروع میں درخواست دینی ضروری ہے۔اور انہی کا وقف قبول کیا جاتا ہے جو پہلے درخواست دیتے ہیں۔اور یہی پہلے دن سے وقفِ نو کے شعبے کا اصول رہا ہے۔یہاں صرف ایک بات کی مَیں وضاحت کر دوں کہ لوگ خط لکھتے ہیں، وقفِ نَو میں درخواست دیتے ہیں، اس میں اپنے بعض دوسرے مسائل بھی لکھ دیتے ہیں اور کیونکہ یہ شعبے جنہوں نے جواب دینے ہیں مختلف ہیں۔وقفِ نَو کا جواب وقفِ نَو کا شعبہ دے گا۔خط کے باقی حصے کا جواب دوسرے حصے نے دینا ہوتا ہے۔اس لئے وہ عورتیں اور مرد جو اپنے بچوں کے لئے وقفِ نو کے لئے لکھتے ہیں، اگر انہوں نے اپنے خطوط میں دوسرے مسائل لکھنے ہوں تو وہ دوسرے خط میں علیحدہ لکھا کریں۔

پھر یہ ہے کہ وقفِ نو بچے بچی کے جو والدین ہیں وہ خود درخواست کریں۔ان کے رشتے داروں کی درخواستیں جو ہیں وہ منظور نہیں ہوں گی۔دعا تو آپ نے اپنے بچوں کو وقف کرنے کے لئے کرنی ہے، اس لئے درخواست بھی خود دینی ہو گی۔کیونکہ تربیت اور تعلیم اور دعا سب آپ کی ذمہ داری ہے۔

اور پھر یہ ہے کہ بعض علاقوں میں افریقہ وغیرہ میں جہاں بعض دفعہ پوری طرح ہدایات پر عمل نہیں ہوتا۔اول تو ان کا اپنے رجسٹروں میں ویسے نام لکھ لیا جاتا ہے کہ جی بچہ پیدا ہوا اس نے کہا وقفِ نو میں شامل کر لو، وقفِ نو ہو گیا۔جب تک مرکز کی طرف سے کسی کو وقفِ نو میں شامل ہونے کی کلیئرنس نہیں ملتی، کوئی بچہ وقفِ نو میں شامل نہیں ہو سکتا۔اور پیدائش کے بعد تو سوال ہی نہیں۔اور اسی طرح جو گود میں لینے والے بچے ہیں، اگر وہ اپنے عزیز رشتے داروں کے ہیں تو اس کی بھی ولادت کے وقت سے پہلے اطلاع ہونی چاہئے کہ بچہ وقفِ نو میں شامل کرنا ہے۔اور بے شک گود آپ نے لیا ہو کسی بھی زید یا بکر نے۔لیکن ولدیت میں اسی کا نام لکھا جائے گا جس کا وہ حقیقی بچہ ہے۔

پھر پیدائش کے بعد یہ بھی لازمی ہے کہ والدین مرکزی ریکارڈ میں بچے کا اندراج کروائیں اور حوالہ نمبر درج کریں۔والدین بعض دفعہ لمبا عرصہ اندراج نہیں کرواتے اور اس کے بعد پھر یاددہانی کے باوجود اندراج نہیں کرواتے اور پھر کئی سالوں کے بعد یہ شکایتیں لے کر آ جاتے ہیں کہ ہمارے بچے کا ریکارڈ نہیں ہے۔تو یہ ذمہ داری بھی والدین کی ہے۔

اسی طرح جب بچے پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو مقامی اور نیشنل سیکرٹریانِ وقفِ نو ان کے وقف کی تجدید کروائیں۔ پہلے بھی میں بتا چکا ہوں، بلکہ اب مَیں نے کہا ہے کہ جو یونیورسٹیوں، کالجوں میں پڑھ رہے ہیں وہ پڑھائی مکمل کرنے کے بعد بھی تجدید کریں۔کیونکہ اب اس ریکارڈ کو بہت زیادہ اَپ ڈیٹ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کو باقاعدہ رکھنے کی ضرورت ہے۔اس کے بغیر ہم آگے اپنی جو بھی سکیم ہے جماعت کی ضروریات ہیں ان کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔اور نہ ہی ہمیں ان کا یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ ہمیں کس کس شعبے میں کتنے لوگوں کی اب ضرورت ہے۔بعض دفعہ والدین کے لئے ایک بڑے صدمے والی بات ہوتی ہے کہ بچہ معذور پیدا ہوا ہے۔ایسی صورت میں بھی وقفِ نو میں تو شامل نہیں ہوتا گو یہ والدین کے لئے دہرا صدمہ ہے۔اللہ تعالیٰ کوئی اور بہتر صورت کرے یا ایسے والدین کو نعم البدل اولاد عطا کرے۔

پھر اسی طرح ایسے والدین جن کو کسی وجہ سے اخراج از جماعت کی تعزیر ہو جاتی ہے (عموماً یہی ہوتا ہے کہ جماعت کی بات نہیں مانی یا کسی فیصلہ یا جماعتی روایات پر عمل نہیں کیا) تو ان کے بچوں کا نام بھی اس لئے فہرست میں سے خارج کر دیا جاتا ہے کہ جو والدین خود اپنے آپ کو اس معیار پر نہیں رکھنے والے کہ جہاں جماعت کی پوری اطاعت اور نظامِ جماعت کا احترام ہو تو وہ اپنے بچوں کی کیا تربیت کریں گے۔اس لئے سیکرٹریانِ وقفِ نو بھی یہ نوٹ کر لیں کہ اگر ایسی کوئی بات ہو، کسی کے بارے میں کوئی تعزیر ہو تو ایسے لوگوں کی بھی فوراً مرکز میں اطلاع کریں۔یہ سیکرٹریانِ وقفِ نو کا کام ہے۔

اور اسی طرح یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یونیورسٹیوں میں پڑھنا چاہیں تو بتا دیں اور پہلے اجازت لے لیں۔اور جو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر چکے ہوں اور اپنا وقف میں رہنا بھی confirm کیا ہوا ہو تو ان کے لئے بھی لازمی ہے کہ وقتاً فوقتاً جماعت سے رابطہ رکھیں کہ اب ہم کام کر رہے ہیں۔کام کرنے کا عرصہ اتنا ہو گیا ہے۔فی الحال اکثریت کو اجازت دی جاتی ہے کہ اپنے کام جاری رکھو۔جب جماعت کو ضرورت ہو گی بلا لے گی۔لیکن ان کا کام یہ ہے کہ ہر سال اس کی اطلاع دیتے رہیں۔اسی طرح جو دوسرے پیشے کے لوگ ہیں جو اعلیٰ تعلیم تو حاصل نہیں کر سکے لیکن دوسرے پیشوں میں، مختلف قسم کے سکلز (Skills) ہیں، پروفیشنز (Professions) ہیں، ان میں چلے گئے ہیں تو ان کو بھی اپنی ٹریننگ یا ڈپلومہ وغیرہ مکمل کرنے کے بعد اطلاع کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ان سب واقفینِ نو اور تمام واقفاتِ نو کو جماعت کے لئے بھی مفید وجود بنائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان لوگوں کی جو جماعت کی امانت ہیں، جو قوم کی امانت ہیں، احسن رنگ میں تربیت بھی کر سکیں اور جماعت کے لئے ایک مفید وجود بنانے میں ان کی مدد بھی کرنے والے ہوں۔

بقیہ:قربانیوں کی عید از صفحہ نمبر 2

6۔ہندو گئو رکھشا بڑے جوش سے کرتے ہیں۔ لدّاخ کے ملک میں تو دودھ تک نہیں پیتے کیونکہ یہ بچھڑوں کا حق ہے اور یہاں کے ہندو تو دھوکہ دے کر دودھ لیتے ہیں مگر پھر بھی اس سے اور اس کی اولاد سے سخت کام لیتے ہیں یہاں تک کہ اپنے کاموں کے لئے انہیں مار مار کر درست کرتے ہیں۔یہ بھی ایک قسم کی قربانی ہے۔

7۔ادنیٰ سپاہی اپنے افسر کے لئے اور وہ افسر اعلیٰ افسر کے لئے اور اعلیٰ افسر بادشاہ کے بدلے میں قربان ہوتا ہے۔پس خدا تعالیٰ نے اس فطرتی مسئلہ کو برقرار رکھا اور اس قربانی میں تعلیم دی کہ ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان کیا جاوے۔

8۔محبت میں انسان بے اختیار ہوتا ہے۔مگر اس میں بھی قربانیوں کا ایک سلسلہ ہے۔چنانچہ محبّ بھی بتدریج محبوبوں کے مراتب رکھ کر ایک کو دوسرے پر قربان کرتا رہتا ہے۔اپنا پیسہ یا جان محبوب ہے مگر دوسرے محبوب پر اسے قربان کر دینے میں عذر نہیں۔انسان کو مال کی محبت ہے، بی بی کی محبت ہے۔بچوں کی محبت ہے، یار و آشنا کی، امن و چین کی محبت ہے۔اللہ کی کتابوں، اللہ کے رسولوں سے محبت ہے۔سچے علوم سے بھی محبت ہے۔ان تمام محبتوں کے مراتب ہیں اور ادنیٰ کو اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔“

(خطبات نور صفحہ431-432)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”دنیا میں بہت سی قربانیاں ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہوتی ہیں۔بعض اپنے بتوں کے لئے۔بعض اپنے دیوی دیوتاؤں کے لئے اور بعض اپنے نبیوں کے لئے قربانیاں کرتے۔حتیٰ کہ بیٹوں کو بھی ذبح کر دیتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کو بتایا کہ بتوں، دیوی دیوتاؤں اور نبیوں کے لئے قربانی کرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔اگر تم اپنے بیٹوں کی قربانی کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اس طرح کرنی چاہئے۔ دیکھو ایک بیٹے کی قربانی ہم نے ابراہیم سے کروائی۔رؤیا میں قربانی کا نظارہ اس کو دکھایا کہ بیٹے کو ذبح کرو۔اس رنگ میں ہم نے اس کو بتایا کہ بیٹے کی قربانی یہ ہوتی ہے کہ اس کو ایسی تعلیم دی جائے کہ دین کے لئے وہ اپنے آپ کو قربان کر سکے اور ساری زندگی دین کے لئے وقف کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ کے حکم کے ماتحت چھوڑ آئے جہاں نہ پانی تھا نہ کھانا۔نہ کوئی ساتھی تھا اور نہ مددگار۔اور یہی ان کے بیٹے کی قربانی تھی جو انہوں نے کر دی۔اور یہ بہت بڑی قربانی تھی۔اپنے ہاتھ سے بیٹے کو ذبح کر دینا آسان ہے لیکن ایک ویران و سنسان جنگل میں بغیر کسی معین و مددگار اور بغیر کسی دانہ پانی کے چھوڑ آنا بہت مشکل ہے۔کیونکہ ذبح کرنے والا سمجھتا ہے کہ ایک دم میں جان نکل جائے گی اور پھر کوئی تکلیف نہ رہے گی۔مگر جنگل میں اس طرح چھوڑ آنے کا بظاہر یہ مطلب ہے کہ تڑپ تڑپ کر کسی وقت جان نکلے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے لیکن خدا تعالیٰ کا اسی طرح حکم تھا اور اس نے بتا دیا تھا کہ جو میرے حکم کے ماتحت اپنی اولاد کی قربانی کرتے ہیں ان کی اولاد دنیا میں کبھی ضائع نہیں ہو سکتی“۔

(خطبہ عید الاضحی فرمودہ 31/ اکتوبر 1914ء
خطبات محمود جلد 2صفحہ3-4)

پاکستان میں آنے والا حالیہ تباہ کن سیلاب

آفت یا عذاب

(واقعاتی ترتیب کے تناظر میں)

(حافظ مظفر احمد ۔ ربوہ)

پاکستان کا حالیہ خوفناک سیلاب جسے عذاب الٰہی اور قیامت صغریٰ سے تعبیر کیا جارہا ہے اپنی ذات میں تاریخ کا ایک ہولناک واقعہ ہے مگر اس کے ساتھ بعض واقعات کا تسلسل اور ترتیب ایک ایسے معیّن عرصہ اور تاریخوں میں سامنے آئی ہے جسے محض اتفاقی حادثہ قرار دینا مشکل ہی نہیں ناممکن نظر آتا ہے مثلاً 28 جولائی کو اسلام آباد میں ایک طیارہ کی تباہی سے 152 افراد کی ہلاکت اور اسی دن ہولناک سیلاب کی تباہی کا آغاز جس سے ٹھیک دو ماہ قبل 28 مئی کو لاہور میں احمدیہ مساجد پر دہشت گردی کے ظالمانہ واقعات کے بعد یہ مظلوم اپنے مولا سے فریاد کناں تھے۔

سانحہ دارالذکر و ماڈل ٹاؤن لاہور

28 مئی 2010ء نماز جمعہ کے وقت لاہور میں جماعت احمدیہ کی دو مساجد ماڈل ٹاؤن اور دارالذکر پر دہشت گردوں نے حملہ کر کے 86 معصوم احمدیوں کا خون کیا اور 120 زخمی ہوئے ۔اگلے روز اکثر پاکستانی اخبارات اردو و انگریزی کی شہ سرخی یہ تھی۔

"احمدیوں کی 2 عبادت گاہوں پر حملے۔ 80 ہلاک تحریک طالبان پنجاب نے حملوں کی ذمہ داری قبول کرلی"۔

(ہیڈ لائن روزنامہ پاکستان ہفتہ 29مئی 2010ء صفحہ7)

حضرت امام جماعت احمدیہ کا ردّ عمل

سانحہ کے روز (28 مئی) بروز جمعہ جماعت احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لندن میں عالمگیر جماعت سے اپنے ٹی وی چینل سے خطبہ جمعہ میں لاہور میں دارالذکر اور بیت النور ماڈل ٹاؤن میں دہشت گردی کی تازہ کارروائی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ جو اجتماعی نقصان پہنچانے کی مخالفین نے کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا بدلہ لینے پر قادر ہے۔کس ذریعہ سے اس نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھانا ہے، کس طرح اس نے ان فساد اور ظلم بجالانے والوں کو پکڑنا ہے، یہ وہ بہتر جانتا ہے۔لیکن یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی غیرت کو بار بار للکار رہے ہیں اور ظلم میں بڑھتے چلے جارہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عبرت کا نشان بنادے گا۔اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہوگا۔"

(الفضل انٹر نیشنل 4تا10جون 2010ء صفحہ 8)

اس خطبہ کے دوران حضور کی آواز اپنے پیاروں کے دکھ سے بھرّ ا گئی اور آنکھوں میں نم محسوس کیا گیا جس کا ذکر کرتے ہوئے ایک احمدی شاعر مظفر احمد منصور صاحب آف کینیڈا نے 28 مئی کے واقعہ کے معاً بعد کہا کہ ؎

لے جائے گی تنکوں سی بہا کر تمہیں تقدیر
اے ظالمو! یہ چشم خلافت میں جو نم ہے

اس کے بعد ایک اور موقع پر حضور انور نے مظلوم کی دعا کی قبولیت والی حدیث کا بھی ذکر فرمایا۔ اور 29 مئی کو راہ ہدیٰ کے پروگرام میں خاکسار نے حسب ارشاد یہ حدیث سنا بھی دی کہ مظلوم کی دعا سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا"۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اس سے اگلے جمعہ (4 جون 2010ء) کے عالمی خطبہ جمعہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے کس شان توّکل سے فرمایا کہ: "ہم نے اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ہے۔"

(روزنامہ الفضل 8جون2010ء)

پھر ایک ماہ تک معصوم و مظلوم احمدیوں کی آہ وزاری اور ان کے امام کی متضر عانہ دعاؤں کے بعد جلسہ سالانہ جرمنی کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے 27 جون کو فرمایا:

"پس آج بھی جو ظلم جماعت پر پاکستان میں روا رکھا جارہا ہے اور جس کی انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ صورت لاہور میں احمدیوں پر اجتماعی حملے کی صورت میں سامنے آئی اور حملہ بھی خدا کے گھر میں، خدا کی عبادت کرنے والے نہتے احمدیوں پر۔تو اُس وقت جب حملہ ہو رہا تھا، اُس وقت جس صبر اور حوصلہ اور اضطرار سے احمدی دعائیں کررہے تھے اور اُس وقت کے بعد آج تک احمدیوں میں اضطراری کیفیت قائم ہے اور دعاؤں میں مصروف ہیں، تو کیا خدا تعالیٰ ان دعاؤں کو نہیں سنے گا؟ سنے گا اور انشاء اللہ یقیناً سنے گا۔یہ اس کا وعدہ ہے۔یہ ظلم جو خدا کے نام پر خدا والوں سے روا رکھا گیا اور روا رکھا جارہا ہے، کیا اس بات پر خدا کی غیرت جوش نہیں دکھائے گی؟ دکھائے گی اور یقیناً دکھائے گی۔"

نیز فرمایا: "پس اے احمدیو! تم ظلم پر پریشان نہ ہو کہ الٰہی جماعتوں سے یہی سلوک ہمیشہ روا رکھا جاتا ہے۔ ان ظالموں کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ظالموں کو اللہ تعالیٰ پکڑے گا اور ضرور پکڑے گا۔ہمارا کام خدا تعالیٰ کے حضور جھکنا ہے اور اس کی رحمت کو جذب کرنا ہے"۔

(الفضل انٹر نیشنل 30جولائی تا 12اگست2010ء)

اس دوران حضور انور نے احباب جماعت کے دعائیہ خطوط کے جواب میں انہیں تسلی آمیز بشارات سے نوازا۔بطور نمونہ اپنے علم میں آنے والی ایک مثال عرض ہے۔

18 جولائی کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے امیر صاحب ضلع حافظ آباد کوان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

"آپ لکھتے ہیں کہ واقعہ لاہور کے بعد شر پسندوں کا ٹولہ جماعت مخالف سرگرمیوں میں تیز ہوگیا ہے ۔یاد رکھیں کہ میرا پیارا قادر قیوم خدا ان شریروں اور ان کے چیلوں اور سر پرستوں کی خارق عادت پکڑ ضرور فرمائے گا اور یہ عنقریب ہوگا۔انشاء اللہ۔"

(مکتوب حضور انور محررہ 2010-7-18)

28 جولائی کو اس ہولناک سیلاب نے دریائے سندھ کے دونوں طرف صوبہ سرحد سے سندھ میں تباہی مچادی ۔جس کی تفصیل میں جانے سے قبل 60 سال قبل کے واضح الہام کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔جس کے مطابق یہ عذاب الٰہی ایک تقدیر مبرم دکھائی دیتا ہے۔

حالیہ سیلاب اور جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ کا ساٹھ سال قبل کا ایک اہم الہام

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ (وفات 1965ء) کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال قبل الہام کے ذریعہ آئندہ کے ایسے حالات سے مطلع فرمایا جو حالیہ سیلاب پر واضح طور پر چسپاں ہوتے ہیں۔آپ نے تحریر فرمایا:

"17/ یا 18/ مارچ 1951ء کی شب کو مجھے یہ الہام ہوا کہ: "سندھ سے پنجاب تک دونوں طرف متوازی نشان دکھاؤں گا"۔جس وقت یہ الہام ہو رہا تھا میرے دل میں ساتھ ہی ڈالا جاتا تھا کہ متوازی کا لفظ دونوں طرف کے ساتھ لگتا ہے اور دونوں طرف سے مراد یا تو دریائے سندھ کے دونوں طرف ہیں اور یا ریل یا سڑک کے دونوں طرف ہیں جو کراچی اور پاکستان کے مشرقی علاقوں کو ملاتی ہے۔

"اسی طرح میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ یہ نشان ہمارے لئے مبارک اور اچھے ہوں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر مبارک چیز اپنی ساری شکل میں ہی خوش کن بھی ہو۔بعض دفعہ انذاری نشان بھی خدائی سلسلوں کے لئے مبارک ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کی توجہ صداقت کے قبول کرنے کی طرف پھر جاتی ہے۔ بہرحال اس الہام سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسا بڑا نشان یا ایسے کئی نشان ظاہر ہوں گے جو کہ دریائے سندھ کے جنوبی علاقوں یا شمالی علاقوں یا ریل کے جنوبی علاقوں یا شمالی علاقوں میں عمومیت کے ساتھ وسیع اثر ڈالیں گے۔جس کے یہ معنی بھی بنتے ہیں کہ شمالی اور جنوبی سندھ یا بلوچستان تک ان کا اثر جائے گا اور ادھر دریائے سندھ کے اِس پار بھی اور اُس پار بھی یعنی ڈیرہ غازیخان ، میانوالی، کیمبل پور اور صوبہ سرحد کے علاقوں تک بھی اس کا اثر جائے گا یا ان علاقوں میں سے اکثر حصوں پر ان کا اثر پڑے گا۔"دونوں طرف" سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ خدانخواستہ اس سے کسی طوفان کی طرف اشارہ نہ ہو کیونکہ بظاہر دونوں طرف ظاہر ہونے والا نشان دریا کی طغیانی معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی ہمیں بھی اس انتظار میں رہنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ جس صورت میں چاہے نشان دکھائے۔ ہاں یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ یہ نشان ہمارے لئے کئی رنگ میں مبارک ہوگا"۔

(رؤیا کشوف سیدنا محمود صفحہ 472۔ الہام نمبر518)

غیر معمولی بارشوں کے متعلق مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب کی ایک قبل از وقت رؤیا (16 جولائی 2010ء)۔

برادرم مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب امیر ضلع پشاور نے مجھ سے بیان کیا کہ 16 جولائی کو مکرم مبشر احمد کاہلوں صاحب ناظر دعوت الی اللہ نے مرکز سے دورہ کے لئے پشاور آنا تھا۔ حفاظتی نقطہ نظر سے طبعاً فکر تھی۔اس رات خواب میں دیکھا موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور ہم کاہلوں صاحب کے ساتھ اندر جگہ پر محفوظ بیٹھے ہوئے ہیں ۔مگر پانی اتنا زیادہ ہے کہ سڑک پر کھڑی گاڑی اس میں ڈوب چکی ہے اور اس کا صرف اُوپر کا کنارہ نظر آرہا ہے۔

حالات حاضرہ سے متعلق کیپٹن ایم اے خان صاحب آف کراچی کی تین سال قبل کی ایک رؤیا:

اس رؤیا میں آپ کی پیشگی اطلاع کے مطابق بھی موجودہ غیر معمولی نازک حالات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی خصوصی دعائیں اور ان کی خاص انداز میں قبولیت اور قیامت جیسے نشان کے ظہور کا واضح اشارہ ہے۔ یہ رؤیا اُنہوں نے حضور کی خدمت میں 2007ء میں لکھ دی تھی۔وہ بیان کرتے ہیں کہ خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو لندن میں نماز مغرب پڑھاتے دیکھا۔آپ جو بھی آیت تلاوت کرتے ہیں ایک شخص ساتھ ساتھ اس کا منظوم ترجمہ مترنم آواز میں پڑھتا جاتا ہے ۔ ایک آیت کے ترجمہ پر وہ شخص رُک گیا اور منظوم ترجمہ نہیں پڑھا تو حضور نے جلال سے فرمایا کہ اس کا بھی ترجمہ کریں۔ تب اس نے یہ منظوم مصرع بطور ترجمہ پڑھا:

"خدا رسوا کرے گا تم کو مَیں "اقبال" پاؤں گا"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ مصرع دراصل حضرت مسیح موعودؑ کی 1907ء کی اس مشہور نظم کا ہے کہ ؎

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے

اصل نظم میں "اعزاز پاؤں گا" کے الفاظ ہیں۔جبکہ خواب میں "اقبال پاؤں گا" کے الفاظ میں گہری حکمت مخفی ہے کیونکہ لفظ اقبال اردو میں عزت اور بامرادی کے علاوہ اعتراف اور اقبال جرم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور عربی میں اس کے معنی توجہ اور رجوع کرنے کے ہیں۔

گویا اس خواب میں پیغام تھا کہ نشانوں کے بعد حضور کی دعاؤں کے انکار کے نتیجہ میں منکرین پر قیامت جیسی گرفت ہوگی جس کا وہ خود اعتراف کریں گے اور امام وقت کی طرف لوگوں کا رجوع بھی ہوگا اور اس کے نتیجہ میں بالآخر آپ اور آپ کی جماعت بامراد اور سر بلند ہوگی۔ یہ عجیب توارد ہے کہ 28 جولائی کو "جب سانحہ طیارہ مارگلہ" اور آغاز سیلاب کا واقعہ ہوا۔ یکم اگست 2010ء کو یہی نظم جلسہ سالانہ برطانیہ کے آخری اجلاس میں حسبِ پروگرام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سامنے آخری خطاب سے پہلے پڑھوائی تو اس وقت صاحب ایمان اہل دل کی عجیب کیفیت تھی۔

حالیہ واقعات اور بعض تائیدی خوابیں

سچی خواب کی ایک نشانی یہ ہوتی ہے کہ بیک وقت کئی لوگوں کو اللہ تعالیٰ وہ نظارہ دکھا کر گواہ بنالیتا ہے۔ ذیل میں دو غیر از جماعت احباب کی ایسی ہی خوابوں کا تذکرہ ضروری ہے۔

محمد اسلم لودھی 18 اگست 2010ء کو اپنے کالم جس کا عنوان "سیلاب نہیں عذاب ہے"، مَیں لکھتے ہیں کہ "چند ماہ پہلے ایک ممتاز عالم دین کے خواب میں تشریف لا کر نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ پاکستان میں عذاب نازل ہونے والا ہے اور اس عذاب سے بچنے کے لئے سورہ شمس کا زیادہ سے زیادہ ورد کیا جائے......"۔اس کے بعد سیلاب کا ذکر کر کے موصوف لکھتے ہیں: "اگر اسے سیلاب نوح کہا جائے تو غلط نہ ہوگا"۔

(روزنامہ نوائے وقت (3)18اگست 2010ء)

سورۃ الشّمس میں لائق توجہ نقطہ قوم ثمود کا اپنے نبی کو جھٹلانے کے نتیجہ میں ہلاکت کا عبرت ناک واقعہ ہے۔اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی سرکشی کی مثال دی ہے جب اس کا بد بخت سردار حضرت صالحؑ پر حملہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔اللہ کے رسول نے ان کے لئے عذاب کا یہ نشان مقرر کیا کہ حضرت صالحؑ کی تبلیغ کے لئے استعمال ہونے والی اونٹنی کو اس کے پانی سے نہ روکا جائے۔ مگر وہ باز نہ آئے اور وقت کے نبی کی تکذیب کرتے ہوئے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔جس پر اس گناہ کے سبب ان کے ربّ نے خوفناک زلزلے کے عذاب کی ضربوں سے ان کی بستیوں کو تباہ کر کے ہموار کر دیا۔

اوریا مقبول جان صاحب کا 28 جولائی کا کالم

ایک اور عجیب توارد جناب اوریا مقبول جان صاحب کا وہ مضمون ہے جو انہوں نے سانحہ لاہور کے ٹھیک دو ماہ بعد حادثہ طیارہ مارگلہ اور آغاز سیلاب کے دن 28 جولائی 2010ء کو روزنامہ ایکسپریس میں اپنے کالم "ڈور اٹوٹ چکا" میں لکھا۔اُنہوں نے اپنے ایک صاحب بصیرت اور اہل نظر کی شفقتوں اور کرامتوں کے تذکرہ کے بعد ان کی طرف سے بطور انتباہ استغفار کی تلقین کی اور خوابوں کے مطابق مارگلہ کی پہاڑیوں میں آتش فشاں پھٹنے اور سیلاب

کے اڈے آنے کا ذکر کیا ہے جس کے چند گھنٹے بعد یہ وُاقعگزشتہظاہر ہوئے۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں
سالوں سے مختلف اہل نظر اس قوم کو اجتماعی استغفار کی درخواست کر رہے تھے اور مَیں ان کا حکم سمجھ کر تحریر کرتا تھا۔لیکن گزشتہ دو ماہ سے سب کی حیرت نمایاں تھی اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتے یہ لوگ استغفار کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ ناراض ہیں......جس پریشانی اور تردّد میں یہ سطریں مَیں تحریر کر رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی دفعہ ان صاحب نے اپنی زبان سے ایسے الفاظ ادا کئے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ ہمارے اعمال کی سزا کا تعین ہو چکا ہے۔ پہلے ان سے درخواست کرتے تھے تو وہ خاموشی سے مسکرا دیتے یا کہتے مجھے دیوار کے پار بھی نظر نہیں آتا۔لیکن آج انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا اور فرمایا ستون نیچے سے نکال لیا گیا ہے اور چھت گرنے والی ہے لوگوں سے کہو معافی مانگیں، استغفار کریں۔ مجھے وہ خواب یاد آ گئے جو ان دنوں بہت لوگوں نے دیکھے۔شہروں میں ظالم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر بھوکے بھیڑیوں کی طرح دوڑ رہے ہیں۔ مارگلہ کی پہاڑیوں سے آتش فشاں پھٹا ہے اور لڑھکتے پتھر بھاگتے لوگوں کو روندتے جارہے ہیں۔سیلاب ہیں کہ اُمڈے چلے جاتے ہیں‘‘۔

اس کے بعد ہونے والے واقعات کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

28؍جولائی 2010ء کو مارگلہ میں طیارہ کا حادثہ

29 جولائی کو اخبارات کی شہ سرخی تھی !۔’’اسلام آباد نجی کمپنی کا مسافر طیارہ پہاڑ سے ٹکرا کر تباہ 152 جاں بحق۔‘‘

(روزنامہ آواز 29 جولائی 2010ء صفحہ 4)

28؍جولائی صوبہ خیبر پختونخواہ سے خوفناک بارشوں سے سیلاب کا آغاز ہوا جس نے آفت آسمانی کا روپ دھار لیا۔’’خیبر پختونخواہ میں سیلاب اور بارشوں سے تباہی۔ 29 جاں بحق سینکڑوں مکان منہدم‘‘۔

(روزنامہ ایکسپریس فیصل آباد جمعرات 29 جولائی 2010ء)

اٹھائیس تھی وہ جولائی کہ جب سیلاب پھنکارہ
کرو کچھ یاد ’’اٹھائیس مئی‘‘ مہنگی بھی پڑتی ہے

زعمائے قوم کا اعتراف

......28؍جولائی کو شروع ہونے والے حالیہ سیلاب کو قومی اخبارات اور میڈیا میں **مسلسل آفت آسمانی، عذاب الٰہی اور قیامت صغریٰ** کہا اور لکھا جا رہا ہے۔

جمعیۃ العلماء اسلام کے امیر اور معروف دیوبندی عالم وسیاستدان **مولانا فضل الرحمٰن** نے ملک بھر میں سیلاب کی صورتحال پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے **اللہ تعالیٰ کے احکامات سے منہ موڑنے کو اس کا سبب قرار دیا ہے۔**

(روزنامہ پاکستان لاہور 5 اگست 2010ء)

......تحریک منہاج القرآن کے بانی اور اہل سنت بریلوی مسلک کے **علامہ طاہر القادری** نے کہا ہے کہ تاریخ کے بدترین سیلاب کی تباہ کاریوں نے لاکھوں گھروں کو ملیا میٹ کر دیا ہے ۔انہوں نے کہا کہ پاکستان میں قدرتی آفات ناگہانی اموات، ٹارگٹ کلنگ اور دہشت گردی کے **واقعات اللہ کی ناراضگی کا نتیجہ ہیں۔**

(روزنامہ پاکستان لاہور 5 اگست 2010ء)

......**جماعت اسلامی صوبہ پنجاب کے امیر ڈاکٹر وسیم اختر** نے کہا ہے کہ **سیلاب کی شکل میں ملک پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے** پوری قوم اور حکومتی عہدیداران کو اللہ سے توبہ استغفار کرنی چاہئے اور لوگوں کو نماز کی طرف راغب کروتا کہ آئندہ آنے والی مصیبتوں سے چھٹکارہ مل سکے۔

(روزنامہ دن لاہور پیر 16 اگست 2010ء)

......سابق وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی نے بیان دیا کہ ’’حکمرانوں کے اعمال کی وجہ سے ملک آفات میں ہے۔‘‘ (روزنامہ جنگ 29 اگست 2010ء)

......وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے حالیہ سیلاب کے بارہ میں کہا ’’ملک کو تاریخ کی سب سے بڑی آفت کا سامنا ہے۔‘‘ (اخبار جنگ 25 اگست 2010ء)

نیز اُنہوں نے وفاقی کابینہ کے اجلاس میں کہا:

’’سیلاب سے 43 ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔ دو کروڑ سے زائد افراد متاثر ہوئے۔12 لاکھ گھر تباہ اور ایک ہزار پُل تباہ، 4 ہزار کلومیٹر سڑکیں متاثر، 18 لاکھ ایکڑ فصلیں تباہ۔ بجٹ کا خسارہ 6.7 فیصد تک پہنچنے کا خطرہ ہے‘‘۔

(روزنامہ جنگ لاہور یکم ستمبر 2010ء صفحہ اوّل)

جبکہ نیشنل ڈیویلپمنٹ مینجمنٹ اتھارٹی (NDMA) کے مطابق ہلاکتوں کی تعداد 1,767 اور زخمیوں کی تعداد 2,865 ہے اسی طرح 18 لاکھ گھر تباہ ہوئے ہیں۔

اقوام متحدہ کے ترجمان کے مطابق پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریاں عشرے کی بدترین تباہی ہے۔

(روز نامہ جنگ 30 اگست 2010ء)

......**بی بی سی لندن نے حالیہ سیلاب کو تاریخ کا بدترین سیلاب قرار دیا۔**(روز نامہ جنگ 30 اگست 2010ء)

......**اشتیاق بیگ اپنے کالم ’’آج کی دنیا‘‘ مطبوعہ روزنامہ جنگ 28 اگست 2010ء میں رقمطراز ہیں:**

’’موجودہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے ملک 10 سال پیچھے چلا گیا۔اطلاعات کے مطابق سیلاب کی تباہ کاریوں سے 50 ارب ڈالر تک کا نقصان ہو چکا ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور ادارتی صفحہ 6)

......عطاء الحق قاسمی اپنے کالم ’’روزن دیوار سے‘‘ مطبوعہ روزنامہ جنگ لاہور 22؍اگست 2010ء کے ادارتی صفحہ پر رقمطراز ہیں کہ ’’موجودہ صدی کے سب سے تباہ کن سیلاب نے پوری قوم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔‘‘

......نذیر لغاری اپنے کالم ’’عرض حال‘‘ میں لکھتے ہیں ’’پانچ ہزار سال کی تاریخ کے چند بڑے سیلابوں میں سے موجودہ سیلاب اپنی تباہ کاریوں میں لاثانی ہے۔‘‘

(روزنامہ جنگ 31 اگست 2010ء ادارتی صفحہ نمبر 6)

......عرفان صدیقی اپنے کالم ’’نقش حال‘‘ میں زیر عنوان ’’کڑی آزمائش اور بڑی سرکار‘‘ لکھتے ہیں کہ تقریباً پانچ ہفتوں پر محیط اس قدرتی آفت کے تباہ کن اثرات سے نکلنے کے لئے ہفتے اور مہینے نہیں سالہا سال درکار ہوں گے...... پاکستان کے چاروں صوبوں نیز گلگت بلتستان کے 79 اضلاع سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔اس قدر وسیع رقبے پر پھیلی تباہ کاریوں کا سو فیصد درست اندازہ لگانا ممکن نہیں۔‘‘

(روزنامہ جنگ لاہور 2 ستمبر ادارتی صفحہ)

......روزنامہ خبریں مورخہ 28 اگست 2010ء اپنے اداریہ میں رقمطراز ہے کہ ’’سیلاب کی تباہ کاریوں کا سلسلہ جاری ہے ۔اس وقت پاکستان کا ایک تہائی حصہ سیلاب کی زد میں ہے۔ دو کروڑ سے زائد افراد سیلاب سے متأثر ہوئے ہیں۔ دو ہزار سے زائد افراد جاں بحق اور ہزاروں لاپتہ ہیں۔سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں قدم قدم پر قیامت صغریٰ کے مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ ہزاروں ایکڑ رقبے پر کھڑی فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ ہزاروں مکان تباہ اور سینکڑوں دیہات صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں‘‘۔

......**مرزا اختیار بیگ اپنے کالم ’’شہ رگ‘‘ میں لکھتے ہیں:** ’’اقوام متحدہ کی سیلاب کی تباہ کاریوں کی رپورٹ کے مدنظر جس میں پاکستان کی موجودہ سیلاب کو سونامی، ہیٹی اور پاکستان کے زلزلے کے ہونے والے مجموعی نقصانات سے زیادہ ہولناک قرار دیا گیا ہے‘‘۔

(روزنامہ جنگ 20 ستمبر 2010ء)

عذاب الٰہی اور قرآنی اصول

یہ سوال کہ یہ کیسے پتہ چلے کہ واقعی اللہ کی ناراضگی کے نتیجہ میں کوئی طبعی حادثہ یا عذاب رونما ہو رہا ہے۔اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور رحیم وغفور ہے اس نے اس دنیا میں عذاب کے مختلف اصول مقرر فرمائے ہیں تا کہ اس دنیا کے لوگوں کو آخری ہلاکت سے بچایا جا سکے۔قرآن شریف میں عذاب کے متعلق موٹے اصول یہ بیان ہوئے ہیں:۔

(1) عذاب سے پہلے وارننگ۔
(2) قوم کے ایک حصہ پر اتمام حجت کے بعد پوری قوم یا بستی کی ہلاکت۔
(3) وارننگ کے بعد لمبی مہلت۔
(4) بڑے عذاب سے پہلے بطور تنبیہ چھوٹا عذاب۔
(5) توبہ نہ کرنے پر جزوی عذاب مختلف صورتوں میں۔
(6) وقتی توبہ پر عذاب کا ٹل جانا اور دوبارہ نافرمانی پر عذاب۔
(7) عذاب کی پیشگی اطلاع کے ساتھ کوئی نمایاں علامت یا نشانی رکھ دینا۔
(8) عارضی توبہ کی عہد شکنی پر نسبتاً بڑا عذاب۔
(9) سچی توبہ کے بعد عذاب کا ٹل جانا۔

1-عذاب سے پہلے وارننگ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْمُعَذِّبُوْهَا عَذَابًاشَدِيْدًا۔كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (بنی اسرائیل:59)

’’اور کوئی بھی بستی نہیں مگر ہم اسے ہلاک کرنے والے یا قیامت سے پہلے شدید عذاب دینے والے ہیں۔یہ لکھی ہوئی کتاب میں موجود ہے‘‘۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔

’’اور ہم ہرگز عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔‘‘(بنی اسرائیل 16)

2- قوم کے ایک حصہ پر اتمام حجت کے بعد پوری قوم یا بستی کی ہلاکت۔

فرمایا:وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۔

’’اور ہم نشان اس لئے بھیجتے ہیں تا کہ لوگ اس کو دیکھ کر ڈریں‘‘۔(بنی اسرائیل 60)

وَاِذَا اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْرًا (بنی اسرائیل:17) ’’اور ہم جب کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے تباہ برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔‘‘

3-وارننگ کے بعد لمبی مہلت۔عذاب کی وارننگ کے بعد مہلت بعض دفعہ اتنی لمبی ہو جاتی ہے کہ رسول کی وفات کے بعد عذاب آتا ہے۔جیسا کہ فرمایا:۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۔اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ (الزخرف:43) پس اے رسول ﷺ) ہم تجھے لے بھی جائیں تو ان سے ہم انتقام لینے والے ہیں۔یا تجھے ضرور دکھا دیں گے جس کا ہم ان سے وعدہ کر چکتے ہیں اور ہم اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اسی طرح فرمایا:وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ (یونس:47) ’’یا تو ہم تجھے (اے رسول ﷺ) اس میں سے کچھ دکھا دیں جس کا ہم نے ان کو وعدہ دیا ہے ہم آپ ﷺ کو وفات دے دیں تو ہماری طرف ہی ان کا لوٹنا ہے۔‘‘۔

4-بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب بطور تنبیہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (السجدہ:26)۔’’اور ہم یقیناً انہیں بڑے عذاب سے اور چھوٹے عذاب میں سے کچھ چکھائیں گے تا کہ ہو سکے تو وہ ہدایت کی طرف لوٹ آئیں۔‘‘

قرآن شریف میں چھوٹے عذاب کی ایک مثال اموال کی تباہی کی صورت میں یہ دی گئی ہے۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۔ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۔ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ۔ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۔ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ۔ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ۔ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ۔ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ۔ وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قَادِرِيْنَ۔ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ۔ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ۔ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ۔ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ۔ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ۔ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ۔ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ(القلم:18 تا 34)

’’ہم نے ان کو آزمایا جیسے گھنے باغ والوں کو آزمایا تھا۔جب اُنہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ضرور پو پھٹتے اس کی فصل کاٹ لیں گے۔اور وہ کوئی استثناء نہیں کرتے تھے (یعنی انشاء اللہ نہیں کہتے تھے)۔پس تیرے ربّ کی طرف سے اس (باغ) پر ایک گھومنے والا (عذاب) پھر گیا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔پس وہ (باغ) ایسا ہو گیا جیسے کاٹ دیا گیا ہو۔پس وہ صبح دم ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ سویرے سویرے اپنے زرعی رقبہ پر پہنچو اگر تم فصل کاٹنے والے ہو۔پس وہ روانہ ہوئے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے جاتے تھے کہ آج اس میں تمہارے مفاد کے خلاف ہرگز کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے۔وہ کسی کو کچھ نہ دینے کے منصوبے باندھتے ہوئے گئے۔پس جب انہوں نے اس کو دیکھا (تو) کہا کہ یقیناً ہم تو مارے گئے۔ بلکہ ہم تو محروم (ہو گئے) ہیں۔ان میں سے بہترین شخص نے کہا کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟انہوں نے کہا پاک ہے ہمارا رب۔ یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔پس وہ ایک دوسرے پر ملامت کرتے ہوئے چلے۔کہنے لگے وائے ہماری ہلاکت!یقیناً ہم ہی سرکش تھے بعید نہیں کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ میں دے۔یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی رغبت کرنے والے ہیں۔عذاب اسی طرح ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً سب سے بڑا ہوگا۔کاش وہ جانتے۔‘‘

5-توبہ نہ کرنے پر جزوی عذاب کا مختلف صورتوں میں ظہور۔اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں عبرت کے لئے گزشتہ قوموں اور بستیوں کی ہلاکت کی مثالیں دے کر توجہ دلائی ہے کہ جب وہ لوگ جزوی یا چھوٹے عذابوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے خوف اور بھوک وغیرہ کے مختلف عذابوں کے بعد انہیں آخری تباہ کن عذاب سے پکڑ لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ وَلَقَدْجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ(النحل:113-114)

''اور اللہ ایک ایسی بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو بڑی پرامن اور مطمئن تھی۔اس کے پاس ہر طرف سے اس کا رزق بافراغت آتا تھا پھراس (کے مکینوں) نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی تو اللہ نے انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا ان کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔اور یقیناً ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلادیا۔سوعذاب نے ان کوآ پکڑا جبکہ وہ ظلم کرنے والے تھے''۔

6-وقتی توبہ پر عذاب کا ٹل جانا اور توبہ شکنی پر دوبارہ عذاب۔ قرآن شریف میں حضرت موسیٰؑ کو آنحضرت ﷺ سے اور مسلمانوں کو بنی اسرائیل سے مماثلت دی گئی ہے۔ ان کی عہد شکنی اور عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوْسٰى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ۔ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ۔ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلَى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ۔ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ(الاعراف:135-137)

''اور جب بھی ان پر عذاب نازل ہوتا ہے وہ کہتے ہیں اے موسیٰؑ! ہمارے لئے اپنے ربّ سے اس وعدہ کے نام پر جو اس نے تیرے ساتھ کیا دعا کر۔پس اگر تو نے ہم سے یہ عذاب ٹال دیا تو ہم ضرور تیری بات مان لیں گے اور ضرور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔پس جب ہم نے ان سے عذاب کو ایک معین مدت تک دور کر دیا جس تک انہیں بہرحال پہنچنا تھا تو اچانک وہ عہد شکنی کرنے لگے۔ پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلا دیا تھا اور وہ ان سے غافل تھے''۔

7-عذاب کی پیشگی اطلاع کے ساتھ کسی علامت کا خاص ہونا۔ قوم ثمود کے لئے حضرت صالحؑ کی طرف سے یہ علامت مقرر کی گئی کی اونٹنی کو گزند نہ پہنچائیں ورنہ عذاب آ پکڑے گا۔

8-وارننگ اور عارضی توبہ کے بعد عہد شکنی کی صورت میں آنیوالا عذاب پہلے سے بڑھ کر ہوتا ہے یعنی آخری غلبہ سے پہلے عذاب تدریجاً شدید سے شدید ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ۔ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ۔فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُون ۔(الزخرف:51تا49)

''اور ہم انہیں کوئی (روشن) نشان نہیں دکھاتے مگر وہ اپنے جیسے پہلے نشان سے بڑھ کر ہوتا تھا۔اور ہم نے انہیں عذاب کے ذریعہ پکڑا تاکہ وہ رجوع کریں۔اور انہوں نے کہا اے جادوگر! ہمارے لئے اپنے رب سے وہ مانگ جس کا تجھ سے عہد کر رکھا ہے۔یقیناً ہم ہدایت پانے والے ہو جائیں گے۔پس ہم نے جب ان سے عذاب دور کر دیا تو معاً وہ بدعہدی کرنے لگے۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا کہ عذاب کے آثار دیکھ کر کفار نے قحط کا عذاب دیکھ کر دعا کی کہ:

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ۔ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ۔ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ۔اِنَّا كَاشِفُوْ الْعَذَابِ قَلِيْلاً اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ (الدخان:13تا16)

''اے ہمارے ربّ ہم سے یہ عذاب دور کردے ہم یقیناً ایمان لے آئیں گے......فرمایا ہم عذاب کو تھوڑی دیر کے لئے دور کر دیں گے پھر ضرور تم (اپنی باتوں کا) اعادہ کرنے والے ہو جس دن ہم پکڑیں گے بڑی سخت گرفت کریں گے ہم انتقام لینے والے ہیں۔''

9- سچی توبہ اور استغفار کے نتیجہ میں عذاب ٹل جاتا ہے۔ (الانفال 34) تاریخ مذہب میں مکمل طور پر عذاب ٹل جانے کی منفرد مثال حضرت یونسؑ کی قوم کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ۔ لَمَّآ اٰمَنُوْ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (یونس:99)

''پس کیوں یونسؑ کی قوم کے سوا ایسی کوئی بستی والے نہیں ہوئے جو ایمان لائے ہوں اور جن کو ان کے ایمان نے فائدہ پہنچایا ہو جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے اس دنیوی زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا اور انہیں ایک مدت تک سامان معیشت عطا کئے۔''

اس سارے پس منظر میں تکلیف دہ بات یہ ہے کہ سیلاب کو عذاب کہنے لکھنے والے لوگوں کے مقابلہ پر ایک دوسرا طبقہ عذاب کی اصطلاح کے حوالہ سے تاویل کرتے ہوئے یہ راگنی بھی الاپ رہا ہے کہ عذاب نبی کے بعد آتا ہے اور چونکہ نبی کا دعویدار موجود نہیں اس لئے یہ سیلاب کسی صورت عذاب نہیں کہلا سکتا۔ حیرت ہے کہ یہ لوگ قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کرتے۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت 16 میں ہے:وَمَاكُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلاً(بنی اسرائیل:16)۔اور اسی طرح آیت 59 میں ہے:

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْمُعَذِّبُوْهَا عَذَابًاشَدِيْدًا۔ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا(بنی اسرائیل:59)۔

ان دونوں آیات کے یکجائی مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہر بستی پر عذاب آنا مقدر ہے اور رسول کی بعثت اور اتمام حجّت کے بغیر عذاب نہیں آتا۔ عذاب کے لئے رسول کی موجودگی کوئی شرط نہیں بلکہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کی نبی کی وفات کے بعد تک بھی عذاب کو مؤخر کر دیا جاتا ہے۔جس کا ذکر قبل ازیں عذاب کے بارہ میں قرآنی اصول نمبر 3 میں ذکر ہو چکا ہے۔ قیامت تک کسی نبی یا عذاب کے آنے سے انکار نہ صرف مذکورہ قرآنی آیات (بنی اسرائیل 59,16) کے خلاف ہے بلکہ اس کا صاف مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک امت محمدیہ سے ناراض ہو گیا ہے اور وہ قرآن کے اصول کے مطابق اب انہیں اپنی رحمت سے حصہ نہیں دے گا کہ بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب بھیج کر انہیں ڈرائے اور توبہ پر مائل کرے۔

ہمارے عوام کی اکثریت کو یہ شعور نہیں کہ عذاب الٰہی کب اور کیوں آتا ہے اور اس سے نجات کیونکر ہو سکتی ہے۔کیونکہ جیسا کہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ہے تو پھر اسے دُور نہ کرنے کی صورت میں یہ عذاب تو اپنی مختلف صورتوں میں بار بار اور مسلسل ظاہر ہوا کرتا ہے اور ہوگا۔اس لئے ہماری قوم کے لئے یہ لمحہ فکریہ بھی ہے اور المیہ بھی! دراصل تو یہ خدا کی طرف رجوع اور توبہ واستغفار کا وقت ہے۔

ایک تیسرا گروہ جن میں خداخوفی کا مادہ نہیں یا کم ہے کسی ایسے غور وفکر میں پڑنے کی بجائے حالیہ آفات کو محض طبعی حادثات کہہ کر خاموش اور مطمئن ہو جاتے ہیں۔اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ طبعی حادثات ہوں یا عذاب الٰہی یہ سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں،اور وہ چاہے تو ان سے بچانے پر بھی قادر ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے حضور توبہ کر کے اسے راضی کیا جائے ورنہ وہ طبعی حالت کو ہی عذاب کے طور پر مسلّط فرما دیتا ہے۔

امام زمانہ حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام (وفات 1908ء) اور انتباہ عذاب!

حضرت بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام نے 1889ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی تکذیب کے نتیجہ میں مہلک عذابوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

''**اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو اِن بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے** جیسا کہ خدا نے فرمایا۔وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولاً۔ (بنی اسرائیل آیت 16) یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیجیں۔اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا۔یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے۔مَیں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔اے یورپ تُو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تُو بھی محفوظ نہیں۔اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔وہ واحد یگانہ ایک مُدّت سے خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گے اور وہ چُپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دِکھلائے گا۔جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے وہ وقت دُور نہیں۔مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پُورے ہوتے۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس مُلک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشمِ خود دیکھ لو گے۔مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خُدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وُہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ''۔

(حقیقتہ الوحی ۔روحانی خزائن جلد22288,269)

اگست 1906ء (1)''دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے''۔(2)''صحن میں ندیاں چلیں گی اور سخت زلزلے آئیں گے''

(الف)''خدا تعالیٰ نے مجھے صرف یہی خبر نہیں دی کہ پنجاب میں زلزلے وغیرہ آفات آئیں گی کیونکہ میں صرف پنجاب کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کیلئے مامور ہوں۔پس میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ آفتیں اور یہ زلزلے صرف پنجاب سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا ان آفات سے حصہ لے گی اور جیسا کہ امریکہ وغیرہ کے بہت حصے تباہ ہو چکے ہیں۔یہی گھڑی کسی دن یورپ کے لئے درپیش ہے اور پھر یہ ہولناک دن پنجاب اور ہندوستان اور ہر ایک حصہ ایشیا کے لئے مقدر ہے۔جو شخص زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا''

اصل بات یہ ہے کہ نبی عذاب کو نہیں لاتا بلکہ عذاب کا مستحق ہونا اتمام حجت کے لئے نبی کو لاتا ہے اور اس کے قائم ہونے کے لئے ضرورت پیدا کرتا ہے اور سخت عذاب بغیر نہ قائم ہونے کہ آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولاً(بنی اسرائیل 16)

''دنیا پر عذاب شدید نازل ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول آگیا ہے''۔

(تبلیغ رسالت جلد10صفحہ130)

نبی آتا ہے عرشی قوم میں انعام کی صورت
پھراس سے بے رُخی پہلو تہی مہنگی بھی پڑتی ہے

کوئی کہہ سکتا ہے کہ سیلاب زدہ علاقوں کے لوگوں کا ہی کیا قصور؟ سو یاد رکھنا چاہئے کہ اتمام حجت کے بعد سب قوم ہی سزا کے لائق ہوتی ہے۔اور آٹے کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔اور اس میں کیا شک ہے کہ بنی اسرائیل آیت 17 کے مطابق قوم کے بڑوں کی نافرمانی اور گناہ پوری قوم کو لے ڈوبتے ہیں۔

گزشتہ دہائیوں اور خصوصاً 28 مئی کو جماعت احمدیہ پر مظالم کے بارہ میں پوری قوم کی بےحسی قابل فکر رہی ہے۔

حکومت ہو، عدالت ہو کہ ہوں ابلاغ کے ذریعے
کسی نے یہ نہ سوچا بےحسی مہنگی بھی پڑتی ہے۔

چنانچہ مسٹر آئی اے رحمان لکھتے ہیں:''احمدیوں کی مصیبتوں میں جس بات کا اضافہ ہوا اس میں یہ حقیقت بھی ہے کہ آزاد خیال مسلمانوں نے اس صورت حال کا نوٹس نہ لیا جو''احمدیوں کے خلاف مشترکہ تحریکوں نے چلائی''۔

(The News Lahore,june 6,2010)

ظالم مت بھولیں بالآخر مظلوم کی باری آئے گی
مکّاروں پر مکر کی ہر بازی الٹائی جائے گی
پتھر کی لکیر ہے یہ تقدیر مٹا دیکھو گر ہمت ہے
یا ظلم مٹے گا دھرتی سے یا دھرتی خود مٹ جائے گی

عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی قربانی کے سلسلہ میں ایک ضروری اعلان

امسال عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی قربانی کروانے کے ریٹس درج ذیل ہوں گے۔

بکرا:00-60£ گائے: 00-200£

(ایک گائے میں سات حصے ہوتے ہیں)

ایسے احباب جماعت جو جماعتی انتظام کے تحت قربانی کروانے کے خواہشمند ہوں وہ اپنی مقامی جماعت میں ادائیگی کر کے رسید حاصل کر لیں۔

امراء اور صدران جماعت سے درخواست ہے کہ قربانیوں کی اطلاع قبل از وقت وکالت مال لندن میں بھجوا دیں تا کہ بروقت قربانیوں کا انتظام کروایا جا سکے۔ (ایڈیشنل وکیل المال۔لندن)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالفین اور غیرت الٰہی کے عبرتناک نظارے

(فضل الٰہی انوری۔ جرمنی)

(چوتھی قسط)

اب اگلے صفحات میں چند ایسے مخالفین کے عبرتناک انجام کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ صرف گندے القابات سے یاد کرتے ہوئے اپنی گندہ دہنی اور سفلہ پن کی انتہا کردی بلکہ علی الاعلان آپ کی ہلاکت کی تمنا کی۔ مگر بالآخر وہ خود ہی آپ کی زندگی میں ہلاک ہوکر اپنے کذب اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

پہلی مثال

سعد اللہ لدھیانوی کا بدانجام

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ایک ایسے شخص کی عبرتناک داستان پیش کی جاتی ہے جس نے اپنی تحریر و تقریر اور نظم و نثر میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے خلاف اس قدر بدزبانی کی کہ وہ اپنے ہمعصر جملہ مخالفین سے سبقت لے گیا۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف وہ خود ہلاک ہوا بلکہ آپ کی قہری پیشگوئی اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبْتَر کا نشانہ بن کر اپنی نسل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

اس المناک داستان کی تفصیل یہ ہے کہ ہندوؤں میں سے مسلمان ہونے والا یہ شخص جس کا نام سعد اللہ لدھیانوی تھا اور جو ایک سکول کا ٹیچر تھا، اس نے آپ کے خلاف ''شہاب ثاقب بر مسیح کاذب'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں طرح طرح کی یاوہ گوئی اور دشنام طرازی سے کام لیتے ہوئے اس نے لکھا کہ یہ شخص (مراد بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ) کذاب اور مفتری ہے، اس لئے ذلت کی مَوت مرے گا، اس کی جماعت متفرق اور منتشر ہو جائے گی، وغیرہ۔ اس کی یہ گندی خصلت اس قدر بڑھتی چلی گئی کہ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کو بالآخر اس کے لئے بددعا کرنی پڑی۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

''اگرچہ یہ تمنّا ہر ایک دشمن میں پائی جاتی ہے کہ وہ میری مَوت دیکھیں اور ان کی زندگی میں میری مَوت ہو لیکن یہ شخص سب سے بڑھ گیا تھا اور ہر ایک بدی کیلئے جب بدقسمت مخالف قصد کرتے تھے تو وہ اس منصوبہ سے پورا حصہ لیتا تھا۔ اور مَیں باور نہیں کرسکتا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے، کسی نے ایسی گندی گالیاں کسی نبی اور مرسل کو دی ہوں، جیسا کہ اس نے مجھے دیں۔ چنانچہ جس شخص نے اس کی مخالفانہ نظمیں اور نثریں اور اشتہار دیکھے ہونگے، اس کو معلوم ہوگا کہ وہ میری ہلاکت اور نابود ہونے کیلئے اور نیز میری ذلت اور نامرادی دیکھنے کیلئے کس قدر حریص تھا''۔

اسی طرح تحریر فرمایا:

''وہ بدقسمت اس قدر گندہ زبانی اور دشنام دہی میں بڑھ گیا تھا کہ مجھے ہرگز امید نہیں کہ ابو جہل نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بدزبانی کی ہو۔ بلکہ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جس قدر خدا کے نبی دنیا میں آئے ہیں، اُن سب کے مقابل پر کوئی ایسا گندہ زبان دشمن ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ سعد اللہ تھا۔ اُس نے مخالفت اور عناد کے کسی پہلو میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا اور چوڑھوں اور چماروں کو بھی وہ گندہ طریق گالیوں کا یاد نہیں ہوگا جو اس کو یاد تھا۔ سخت سے سخت الفاظ اور ناپاک سے ناپاک گالیاں اس شدت اور بے حیائی سے اس کے منہ سے نکلتی تھیں کہ جب تک کوئی شخص اپنی ماں کے پیٹ سے ہی بدطینت پیدا نہ ہو، ایسی فطرت کا انسان نہیں ہوسکتا''۔

اس کی اسی قسم کی خرافات سے آپ کا دل اس قدر دکھا کہ آپ نے اپنے ایک اشتہار مورخہ 5/اکتوبر 1894ء میں اسے مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ:

''حق سے لڑتا رہ۔ آخر اے مردار! دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔ اے عدو اللہ! تو مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اِسی وقت 29/ستمبر 1894ء کو تیری نسبت الہام ہوا ہے: اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبْتَر''۔

آپ نے اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں اس بددعا کا پس منظر بیان کرتے ہوئے یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ اس دشمن حق کے لئے بددعائیں کرنے کی آپ کو کیوں ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''مَیں نے اس کے ابتر اور نامراد مرنے کیلئے سبقت نہیں کی اور نہ مَیں نے یہ چاہا کہ وہ میرے رُوبرو ہلاک ہو۔ مگر جب اس نے ان باتوں میں سبقت کی اور کھلے کھلے طور پر اپنی کتاب 'شہاب ثاقب' میں میری مَوت کی نسبت پیشگوئی شائع کی اور میرا دل دُکھایا اور دُکھ دینے میں حد سے بڑھ گیا۔ تب چار برس بعد مَیں نے اس کے لئے دعا کی۔ اور خدا نے مجھے اس کی مَوت کی خبر دی اور نیز فرمایا کہ سعد اللہ جو تیرے ابتر رہنے کی پیشگوئی کرتا ہے، وہ خود ابتر رہے گا''۔

(''حقیقۃ الوحی''، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 447 تا 451)

مذکورہ بالا الہام اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبْتَر کے علاوہ حضور علیہ السلام نے اس کی نسبت یہ بھی پیشگوئی فرمائی کہ وہ نامرادی اور ذلت کے ساتھ میرے رُوبرو مرے گا۔ اس پیشگوئی کا اظہار آپ نے القائے ربانی سے لکھے گئے اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں فرمایا:

وَ مِنَ اللِّئَامِ اَرٰی رُجَیْلاً فَاسِقاً
غُوْلاً لَعِیْنًا نُطْفَةَ السُّفَهَاءِ
شَکِسٌ خَبِیْثٌ مُفْسِدٌ وَ مُزَوِّرٌ
نَحْسٌ یُسَمَّی السَّعْدُ فِی الْجُهَلَاءِ
یَا لَاعِنِی اِنَّ الْمُهَیْمِنَ یَنْظُرُ
خَفْ قَهْرَ رَبٍّ قَادِرٍ مَوْلَائِیْ
اِنِّی اَرٰکَ تَمِیْسُ بِالْخُیَلَاءِ
اَنَسِیْتَ یَوْمَ الطَّعْنَةِ النَّجْلَاءِ
آذَیْتَنِیْ خُبْثًا فَلَسْتُ بِصَادِقٍ
اِنْ لَّمْ تَمُتْ بِالْخِزْیِ یَا ابْنَ بِغَاءِ

('انجام آتھم'، روحانی خزائن جلد 11۔ صفحہ 281-282)

ترجمہ:

اور کمینوں میں سے مَیں ایک مردکِ فاسق کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ملعون چھلاوا اور بیوقوفوں کا تخم ہے۔

وہ بدخلق، بڑا مفسد اور دروغگو ہے۔ منحوس ہے جو جاہلوں میں سے سعد کہلاتا ہے۔

اے مجھے لعنت کرنے والے! بے شک نگران خدا دیکھ رہا ہے۔ تو میرے مولیٰ ربّ قادر کے قہر سے ڈر۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ تو تکبّر سے مٹک مٹک کر چل رہا ہے کیا تُو نے فراخ زخم کے لگنے کے دن کو بھلا دیا ہے۔

تُو نے خباثت سے مجھے ایذا دی ہے۔ پس اے سرکش! اگر تُو رسوائی سے نہ مرا تو مَیں سچا نہیں۔

عالم الغیب اور قہار خدا کے چشمۂ غیبی سے نکلی ہوئی یہ قہری پیشگوئیاں کس عجیب و غریب اور ہولناک رنگ میں اس دشمن حق کی نسبت پوری ہوئیں، یہ ایک لمبی اور دردناک داستان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت آپ نے پہلی پیشگوئی فرمائی، سعد اللہ کا ایک لڑکا بعمر پندرہ یا سولہ سال موجود تھا۔ اس پیشگوئی کے بعد اس پر پورے بارہ سال گزر گئے اور اس کے ہاں کوئی اَور لڑکا پیدا نہ ہوا اور اس طرح وہ مزید اولاد سے محرومی کا شکار ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے کئی جتن کئے ہونگے مگر خدا کی تقدیر کے سامنے اس کی یہ ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔

دوسری طرف جیسا کہ کتاب ''انجام آتھم'' میں درج شدہ اوپر دیئے گئے اشعار سے پتہ لگتا ہے، حضور علیہ السلام کی اس کی نسبت آپ کے رُوبرو یعنی آپ کی زندگی میں اس کے نامرادی اور ذلت کی مَوت مرنے کی بھی پیشگوئی موجود تھی۔ اس پیشگوئی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ چند اشعار اُس وقت صحت نیت کے ساتھ لکھے گئے تھے جب بدقسمت سعد اللہ کی بدزبانی حد سے زیادہ گزر گئی تھی۔ اور پھر ان اشعار میں اس کی ذلت کی موت کی پیشگوئی کو اپنی صداقت کا معیار قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''مَیں نے سعد اللہ سے ان اشعار میں مباہلہ کیا تھا اور جیسا کہ اُس نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں مباہلہ کے طور پر میری مَوت کو اپنی زندگی میں چاہا تھا، اُس کے مقابل پر مَیں نے بھی اپنے خدا سے یہ چاہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے، صادق کی زندگی میں ہی اس کی مَوت ہو۔ اور اِسی بنا پر آٹھویں شعر (اوپر لکھے گئے اشعار میں چوتھا شعر۔ ناقل) میں مَیں نے یہ لکھا ہے کہ اے سعد اللہ! تو نے مجھے بہت دُکھ دیا ہے۔ پس اگر تیری ذلت کے ساتھ مَوت نہ ہو یعنی اگر تو بموجب اِس مباہلہ کے میری زندگی میں ہی نامراد رہ کر مر نہ جائے تو پھر مَیں جھوٹا ہوں''۔

(بحوالہ ''حقیقۃ الوحی''، روحانی خزائن، جلد 22۔ صفحہ 447)

چنانچہ اس پیشگوئی کے بارہ سال بعد اللہ تعالیٰ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سعد اللہ کے بارہ میں بتائی ہوئی مَوت کی خبر بھی پوری ہوگئی اور وہ اس طرح کہ وہ جنوری 1907ء کے پہلے ہفتہ میں نمونیہ پلیگ سے بیمار ہوکر اور ہزاروں حسرتوں کو ساتھ لے کر چند گھنٹوں کے اندر اندر اسی بیماری سے ہلاک ہوگیا۔ یہ کہ سعد اللہ کی مَوت طاعون سے ہوگی، اس بارے میں حضرت اقدسؑ اپنے مذکورہ بالا عربی اشعار میں درج شدہ یَوْمَ الطَّعْنَةِ النَّجْلَاء کے الفاظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چوتھے شعر میں صریح طور پر یہ اشارہ بھی کردیا گیا ہے کہ سعد اللہ نمونیہ پلیگ سے مرے گا کیونکہ طعنہ کا لفظ طاعون کی طرف اشارہ کرتا ہے اور نَجْلَاء عربی زبان میں فراخ زخم کو کہتے ہیں۔ اور نمونیہ پلیگ کی بھی یہی صورت ہوتی ہے کہ پھیپھڑہ زخمی ہوکر پھٹ جاتا ہے اور اس میں فراخ زخم ہوجاتا ہے۔ اور عجیب تر یہ ہے کہ جس زمانہ میں یہ پیشگوئی کی گئی، اُس زمانہ میں اِس ملک میں طاعون کا نام و نشان نہ تھا۔ پس یہ اُس قادر علیم کے عمیق در عمیق علم کا ایک نمونہ ہے کہ اُس نے سعد اللہ کی اس قسم کی مَوت کی اُس وقت خبر دی جبکہ یہ تمام ملک طاعون سے پاک تھا''۔

(بحوالہ ''حقیقۃ الوحی''، روحانی خزائن، جلد 22۔ صفحہ 447)

اس دوطرفہ مباہلہ کے انجام سے جہاں سعد اللہ کے راندۂ درگاہ الٰہی ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے، وہاں حضور علیہ السلام کی صداقت پر بھی مہر تصدیق لگ جاتی ہے۔ چنانچہ آپ خدا تعالیٰ کے اس امتیازی سلوک کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کرتے ہوئے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:

''اسی روز سے جبکہ خدا تعالیٰ نے اس کی نسبت مجھے خبر دی کہ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبْتَر، جس کو آج تک بارہ برس گزر گئے، اُسی وقت سے اولاد کا دروازہ سعد اللہ پر بند کیا گیا، اور اس کی بددعاؤں کو اُسی کے منہ پر مار کر خدا تعالیٰ نے تین لڑکے بعد اس الہام کے مجھ کو دیئے۔ اور کروڑہا انسانوں میں مجھے عزت کے ساتھ شہرت دی، اور اس قدر مالی فتوحات اور آمدنی نقد اور جنس اور طرح طرح کے تحائف مجھ کو دیئے گئے کہ اگر وہ سب جمع کئے جاتے، تو کئی کوٹھے ان سے بھر سکتے تھے۔ سعد اللہ چاہتا تھا کہ مَیں اکیلا رہ جاؤں، کوئی میرے ساتھ نہ ہو۔ پس خدا تعالیٰ نے اس آرزو میں اس کو نامراد رکھ کر کئی لاکھ انسان میرے ساتھ کر دیا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ لوگ میری مدد نہ کریں مگر خدا تعالیٰ نے اس کی زندگی میں ہی اس کو دکھلا دیا کہ ایک جہان میری مدد کے لئے میری طرف متوجہ ہوگیا...... اور وہ چاہتا تھا کہ مَیں اس کی زندگی میں ہی مر جاؤں اور میری اولاد بھی مر جائے۔ مگر خدا تعالیٰ نے میری زندگی میں اس کو ہلاک کیا اور الہام کے دن کے بعد تین لڑکے اَور مجھ کو عطا کئے''

(بحوالہ ''حقیقۃ الوحی''، روحانی خزائن، جلد 22۔ صفحہ 445)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سعد اللہ کے بارہ میں حضور علیہ السلام کو اپنے الہام اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبْتَر کی وضاحت کے سلسلے میں کافی مشقت اٹھانی پڑی۔ بات یہ تھی کہ جیسا کہ اس مضمون کے ابتدا میں بتایا گیا ہے، اس الہام کے نزول کے وقت سعد اللہ کا ایک بیٹا بعمر چودہ یا پندرہ سال زندہ موجود تھا۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا اس بیٹے کی موجودگی میں بھی سعد اللہ کو ابتر کہا جاسکتا ہے۔ دراصل یہ سوال اسی وقت اٹھنے لگ گیا تھا جب آپ نے سعد اللہ کی زندگی میں اس الہامی خبر پر مشتمل پیشگوئی اپنے اشتہار میں شائع فرمائی تھی۔ اُس وقت تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا کہ:

''ہر ایک کو معلوم ہے کہ پیشگوئی کے وقت میں سعد اللہ کا لڑکا بعمر پندرہ سال یا چودہ سال موجود تھا اور باوجود لڑکے کے موجود ہونے کے خدا تعالیٰ نے اپنی پیشگوئی میں اس کا نام ابتر رکھا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبْتَر... پس جبکہ پیشگوئی کے زمانہ میں یہ لڑکا موجود تھا تو ایک عقلمند صاف سمجھ سکتا ہے کہ اس پیشگوئی کا یہ مطلب ہے کہ یہ لڑکا کالعدم ہے اور اس کے بعد نسل کا خاتمہ ہے۔ اور یہی خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے تفہیم ہوئی تھی''۔

گویا بالفاظ دیگر آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے الہام کے رو سے جس طرح سعد اللہ خود آئندہ اولاد سے محروم کر دیا گیا ہے، اسی طرح اس کے بیٹے سے بھی اولاد پیدا کرنے کی قوت سلب کر لی گئی ہے۔ یہ کوئی معمولی اعلان نہ تھا کیونکہ دنیا میں کسی انسان کو کسی دوسرے انسان پر تصرف نہیں بلکہ اسے اپنے آپ پر بھی تصرف نہیں۔

تاہم سعد اللہ کی وفات کے بعد جب اس کے بیٹے جس کا نام محمود تھا، کی شادی ہوگئی تو دشمنان احمدیت اس امید پر کہ اس طرح حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی پیشگوئی کے جھوٹا نکلنے کے سامان پیدا ہو جائیں گے، بڑی شدت سے اس کے ہاں اولاد ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ مگر ان کی یہ حسرت پوری نہ ہونی تھی نہ ہوئی۔ اور بالآخر وہی ہوا جو خدا کے مامور نے فرمایا تھا کہ وہ بھی بے اولاد رہے گا۔ یعنی اس کا یہ بیٹا اولاد کو ترستا ہوا شادی کے انیس سال بعد اپنے باپ سے جا ملا۔ اور اس طرح پر بدقسمت سعد اللہ ہر لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہوا ہمیشہ کیلئے مقطوع النسل ہوگیا۔

(باقی آئندہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت چوہدری غلام حیدر صاحبؓ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 29؍اکتوبر 2008ء میں مکرم مغفور احمد منیب صاحب مربی سلسلہ نے اپنے نانا حضرت چودھری غلام حیدر صاحبؓ کا ذکر خیر ایک مختصر مضمون میں کیا ہے۔

حضرت چوہدری غلام حیدر صاحبؓ حضرت چوہدری مولا بخش صاحبؓ کے ہاں 1895ء میں پیدا ہوئے۔ آپ پیدائشی احمدی تھے۔ یہ جٹ خاندان قادیان کے نواحی گاؤں تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور میں مقیم تھا۔ حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ کی تبلیغ سے یہاں کے متعدد افراد نے قبول احمدیت کی توفیق پائی اور پھر سارا گاؤں احمدی ہوگیا۔

قریباً ایک سوسال پہلے حضرت چودھری صاحبؓ کے خاندان کے کئی لوگ ہجرت کر کے سندھ میں آبسے اور ضلع حیدرآباد میں گاؤں کوٹ احمدیاں آباد کیا جہاں 1932ء میں باقاعدہ جماعت قائم ہوئی۔ یہ سندھ کی پہلی باقاعدہ جماعت تھی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر کوٹ احمدیاں کے شمال میں بشیرآباد تک کی زرعی اراضی احمدی احباب اور جماعت نے خریدی اسی طرح نوکوٹ نبی سرروڈ کنری کے ساتھ زمینیں خریدی گئیں۔ ان معاملات میں چوہدری صاحب اور آپ کے بھائیوں کا بھرپور تعاون اور راہنمائی آنے والوں کو حاصل رہی۔ یہ چاروں بھائی ذہین باہمت تھے اور مہمان نوازی کا خاص جذبہ رکھتے تھے۔

حضرت چوہدری غلام حیدر صاحبؓ نے شوق سے تعلیم حاصل کی اور دیہی بینکوں کی کوآپریٹو سوسائٹی میں انسپکٹر مقرر ہوگئے جس کا احمدی آبادکاروں کو بے حد فائدہ ہوا اور سندھی اور انگریز افسران کے ساتھ رابطہ کا موقع ملا۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ جب سندھ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو حضورؓ نے کوٹ احمدیاں کی سرزمین کو بھی برکت بخشی۔

حضرت چوہدری غلام حیدر صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ جن سے چار بیٹیاں اور چار بیٹے ہوئے۔ بڑے بیٹے مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب کو وقف جدید میں ابتدائی انسپکٹر کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔ دوسرے بیٹے مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ساجد (والد مکرم فرید احمد صاحب نوید مربی سلسلہ) پرنسپل طبیہ کالج ربوہ رہے۔ ایک بیٹے مکرم چوہدری منور احمد خالد صاحب (واقف زندگی) سندھ میں تحریک جدید کی زرعی اراضی کے مینیجر رہے۔ دیگر بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد میں بھی کئی واقفین زندگی اور مربیان سلسلہ اس وقت خدمت دین میں مصروف ہیں۔

حضرت چوہدری غلام حیدر صاحبؓ کی وفات 1941ء میں کوٹ احمدیاں میں ہوئی۔ گو آپ کی بیوہ محترمہ کریم بی بی صاحبہ آپؓ کے 20 سال بعد جمال پور میں فوت ہوئیں لیکن دونوں کے امانتی جنازے ایک ہی روز ربوہ لائے گئے اور دونوں ایک دوسرے کے پہلو میں بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

محترم فتح محمد صاحب کا قبول احمدیت

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 10 نومبر 2008ء میں مکرمہ ر۔شکور صاحبہ اپنے دادا محترم فتح محمد صاحب کی قبول احمدیت کی داستان بیان کرتی ہیں۔

محترم فتح محمد صاحب 8 جنوری 1993ء کو وفات پاگئے۔ آپ کے دو بیٹے جوانی میں ہی وفات پاگئے تھے اور اس صدمہ نے آپ کو نابینا کردیا تھا۔ پھر بھی آپ ہاتھ سے کما کر کھانے کو ترجیح دیتے تھے۔ ہجرت کرکے پاکستان آئے تو ربوہ کے پاس چھنیاں میں مقیم ہوئے۔ آپ کے قبول احمدیت کا واقعہ یوں ہوا کہ آپ ضلع سرہند کے گاؤں خانپور میں رہتے تھے۔ 15 بہن بھائی تھے جو کہ دو ماؤں کی اولاد تھے، بہت سی زمین تھی۔ والد گاؤں کے بڑے چودھری تھے۔ بھائیوں میں آپ کا دوسرا نمبر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست سے بھی نوازا تھا۔ تاہم گاؤں کے واحد احمدی گھرانہ کے بڑے مخالف آپ ہی تھے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ اکثر میرا احمدی بزرگ سے سامنا ہوتا تو مَیں اُنہیں مارتا اور برا بھلا کہتا۔ وہ بے چارہ خاموشی سے آنسو پی کر رہ جاتا۔ رعب ہونے کی وجہ سے کوئی روکتا بھی نہیں تھا۔ ایسا کئی بار ہوا کہ ایک رات مَیں نے خواب دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچا ہوں جہاں ایک گھر میں کولہو لگا ہوا تھا۔ اس کولہو کے مالک نے دروازہ کے پاس کھڑے ہوکر اس گھر کی چابیاں اصرار کرکے مجھے دیدیں۔ آگے چلا تو شام ہونے کو ہے ...... میں کبھی اندر دیکھتا ہوں تو کبھی باہر۔ کہ اتنے میں ایک حضرت باہر آکر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ لڑکے کیا کام ہے؟ میں عرض کرتا ہوں کہ عصر کی نماز پڑھنی ہے۔ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا جلدی پڑھ لو، ابھی ٹائم ہے۔ اس کے بعد میں میری آنکھ کھل گئی۔

اگلے روز میں گھر سے نکلا تو احمدی بزرگ مجھے پھر مل گئے۔ اُن کو میں نے دھکا دیا تو انہوں نے اٹھتے ہی میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھ سے اتنی نفرت کی وجہ پوچھی۔ میں نے غصہ سے جواب دیا تم اپنے آپ کو مرزائی جو کہتے ہو۔ وہ بڑے پیار سے بولے کہ کچھ دن کے بعد ہمارے خلیفہ سرہند ریلوے سٹیشن سے گزر رہے ہیں، تم دیکھنا تو سہی کہ آخر اس شخص میں برائی کیا ہے جس کو ہم خلیفہ مانتے ہیں۔ لیکن میں غصہ سے بولا: چل اوئے بڈھے اپنا راستہ لے، میں نے نہیں دیکھنا تمہارا خلیفہ۔ یہ کہہ کر میں گھر چلا گیا۔ رات کو جیسے ہی بستر پر لیٹا تو اس بزرگ کی آواز بار بار کانوں میں سنائی دینے لگی کہ تم ایک دفعہ ہمارے خلیفہ کو دیکھ تو لو۔ میں جیسے ہی کروٹ بدلتا تو وہ احمدی بزرگ میرے سامنے آجاتے۔ ساری رات تقریباً اسی کشمکش میں گزر گئی۔ آخر صبح کی اذان کی آواز جب کانوں میں پڑی تو میں یہ سوچ کے اٹھا کہ دیکھنے میں آخر کیا حرج ہے۔ میں دور کھڑا ہوکر دیکھ لوں گا۔ انہوں نے آخر مجھے کہنا ہی کیا ہے۔

جب دوبارہ وہ احمدی بزرگ مجھے ملے تو میں نے بڑے رعب کے ساتھ کہا کہ کب آرہا ہے تیرا خلیفہ؟ جب تیرا خلیفہ آئے تو مجھے بھی ذرا لے کر جانا، میں دیکھ تو لوں وہ کیا چیز ہے۔

ایک شام اس احمدی بزرگ نے گھر آکر بتایا کہ کل ہمارے خلیفہ سٹیشن سے گزریں گے۔ میں نے اچھا کہہ کر دروازہ بند کردیا۔ اور اگلے روز کسی کو بتائے بغیر اُن بزرگ کے ساتھ سٹیشن پر جاکر ایک طرف کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹرین آئی تو مخالفین نے سٹیشن پر نہ کھڑی ہونے دی۔ وہاں موجود احمدی لوگوں نے ٹرین کے ساتھ ساتھ بھاگنا شروع کردیا۔ میں بھی اُن کے ساتھ ساتھ بھاگتا گیا۔ جونہی ٹرین سگنل کراس کرکے آگے رُکی۔ تو میں نے نظر اٹھا کر دیکھا اور میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ یہ تو وہی شخص تھا جس نے خواب میں آسمان کی طرف دیکھ کر کہا تھا کہ ابھی نماز کا ٹائم ہے جلدی پڑھ لو۔ میں اسی خواب میں کھو گیا اور میرا جسم پسینہ میں شرابور ہوگیا۔ میں سوچنے لگا کہ یہ تو ضرور خداتعالیٰ کا نیک بندہ ہے، اس کو ماننے والے کیونکر نیک نہ ہوں گے۔ مجھے رہ رہ کر اپنی زیادتیوں کا احساس ہونے لگا جو میں نے اس بزرگ کے ساتھ کی تھیں۔ اتنے میں ٹرین چلی گئی تو میں احمدی بزرگ کے ساتھ واپس گاؤں آگیا۔ لیکن اب مجھ میں زمین آسمان کا فرق پڑ چکا تھا۔ میں نے اس احمدی بزرگ کو تنگ کرنا چھوڑ دیا بلکہ اس کی بہت عزت کرنا شروع کردی اور آہستہ آہستہ اس سے قادیان کا پتہ پوچھ لیا۔

ایک دن بغیر بتائے میں قادیان کے لئے چلا۔ سٹیشن پر پہنچ کر پتہ چلا کہ فلاں سٹیشن سے قادیان کی ٹرین ملے گی۔ چنانچہ وہاں پہنچا اور ٹکٹ لینے کے لئے قطار میں لگ گیا۔ جب میں نے قادیان کا ٹکٹ مانگا تو ایک طرف کھڑے تین مولویوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک طرف لے کر کہا کہ تم نے قادیان جاکر کیا کرنا ہے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ میں نے قادیان دیکھنا ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق بہت غلط الفاظ استعمال کئے اور کہنے لگے۔ تم واپس گھر جاؤ۔ تمہارا قادیان جانا ٹھیک نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی جیب سے مجھے واپسی کا ٹکٹ لے کر دیا۔ ٹرین آئی تو مجھے اس میں بٹھا دیا اور خود اتنی دیر تک ٹرین سے نہ اترے جب تک ٹرین چل نہ پڑی۔

میرے دل میں قادیان جانے کا اتنا شوق تھا کہ مَیں اگلے سٹیشن پر اتر گیا اور قادیان کا ٹکٹ خرید کر وہاں سے ٹرین میں بیٹھا۔ یہ خیال بھی رکھا کہ وہ مولوی کہیں دوبارہ نہ دیکھ لیں۔ آخر قادیان سٹیشن پر اترا تو یہ سمجھ نہ آئے کہ کہاں جاؤں؟ ابھی اسی سوچ میں تھا کہ سٹیشن پر کھڑے خدام مجھے پریشان دیکھ کر میری طرف آئے اور السلام علیکم کہا۔ میں سلام کا جواب دے کر خاموش ہوگیا۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ مہمان ہیں؟ میں دیہاتی اور اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے یہ بھی نہ جانتا تھا کہ مہمان کس کو کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ وہ دوبارہ بولے۔ کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ میں نے کہا سرہند سے۔ پھر وہ بڑی محبت سے مہمان خانہ میں لے گئے اور کہا کہ عصر کی نماز حضرت مصلح موعودؓ پڑھانے آئیں گے تو بعد اس کے آپ کی ملاقات ہوگی۔ اتنے میں، میں نے قادیان کے بہت سے مبارک مقامات کی زیارت کرلی۔ پھر مسجد پہنچ کر نماز عصر ادا کی۔ حضور سے ملاقات ہوئی تو میرا دل پکار پکار کر کہنے لگا کہ فوراً بیعت کرلو۔ یہ جماعت سچی ہے۔ میں نے اس ارادے کا اظہار کیا تو حضورؓ نے جواب دیا: نہیں، بہتر ہے کہ آپ ابھی ہماری کچھ کتابیں لے جائیں اور پڑھیں اور بعد میں بیعت کرلیں۔ مگر میں اصرار کرتا رہا کہ آج اور ابھی بیعت کروں گا۔ اس طرح میں خداتعالیٰ کو گواہ بنا کر اس جماعت میں داخل ہوگیا۔ دوسرے دن جب میں نے واپسی کی اجازت چاہی تو مجھے کہا گیا کہ کل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کا ولیمہ ہے، آپ بھی لازماً شرکت کریں۔ اس طرح میں ایک دن اَور رُک گیا۔ جب تین دن بعد واپس گھر پہنچا تو والد صاحب نے بڑے غصے سے پوچھا کہ کہاں گئے تھے؟ میں نے بغیر کسی خوف کے سارا واقعہ سنا دیا۔ اس پر والد صاحب کا ڈنڈا اور میرا یہ جسم۔ نہ پوچھئے کہ والد صاحب نے کس طرح میرے پر ظلم ڈھائے۔

میری شادی کو کچھ عرصہ ہی ہوا تھا۔ سسرال والے اپنی بیٹی لینے آ گئے مگر میری بیوی نے اپنے والدین کو کہہ دیا کہ آپ ایک دفعہ مجھے رخصت کرچکے ہیں اب میرے میاں کا مجھ پر زیادہ حق ہے۔ میں انہیں چھوڑ کر آپ کے ساتھ نہ جاؤں گی۔

میری والدہ نے مجھے الگ بٹھا کر سمجھانا چاہا کہ احمدیت نہیں چھوڑنی تو دل میں رکھو مگر اپنے والد کا غصہ دور کرنے کے لئے صرف ایک دفعہ ایسے ہی کہہ دو کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ میں نے صاف انکار کیا تو میری ماں غصہ سے مجھے کوسنے لگی۔ جیسے میں روزانہ اس احمدی بزرگ کی جو گاؤں میں رہتا تھا پٹائی کرتا تھا۔ اب اس طرح میرے والد میری پٹائی کیا کرتے تھے۔ پہلے گھر پر میری حکومت چلتی تھی اب میری حیثیت ایک نوکر کی طرح سی رہ گئی۔ لیکن میں نے احمدیت قبول کرنے کے بعد قرآن سیکھا اور کئی دعائیں سیکھیں خداتعالیٰ نے میرے اندر بہت حلیمی پیدا کردی۔ کچھ عرصہ کے بعد میری بیوی بھی احمدی ہوگئی۔ پھر پاکستان بن گیا اور ہم سب ہجرت کرکے پاکستان آ گئے۔ جہاں پہلے ہم گوجرانوالہ ٹھہرے۔ وہاں میری والدہ اور سارے بہن بھائی احمدی ہو گئے۔ پھر ہم ربوہ آ گئے۔ اسی طرح میں نے خواب میں جو گاؤں دیکھا تھا جس میں کولہو والا مجھے چابی دے رہا تھا وہ خواب پورا ہوگیا۔ کیونکہ پورا گھر احمدی ہوگیا اور ہم اُس گاؤں میں ہجرت کرکے آئے جو کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا اور جس گھر میں ہم آئے وہاں اتفاقاً کولہو والا بھی رہتا تھا۔

ماہنامہ ’’النور‘‘ امریکہ ستمبر 2008ء میں شائع ہونے والی مکرم چودھری محمد علی مضطر عارفی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

بس اک اشک سے دھل گئے سارے سینے
گلے ہیں نہ شکوے، کدورت نہ کینے
میں کس کس کا لوں نام اس سلسلے میں
یہ احساں تو مل کر کیا تھا سبھی نے
اسے کام آئی نہ طاقت، نہ کثرت
مری لاج رکھ لی میری بے کسی نے
کبھی تو گرے گی یہ دیوارِ فرقت
کبھی ہم بھی جائیں گے مکے مدینے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

19th November 2010 – 25th November 2010

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or +44 20 8875 4273

Friday 19th November 2010

00:00	MTA World News & Khabarnama
00:35	Tilawat
00:50	Insight & Science and Medicine Review
01:25	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 29th June 1995.
02:35	Historic Facts
03:05	MTA World News & Khabarnama
04:00	Tarjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd December 1994.
05:05	Huzoor's Jalsa Salana Address
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Historic Facts
07:00	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:25	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
08:35	Rah-e-Huda
10:05	Indonesian Service
11:00	Tilawat
11:10	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
12:00	Live Friday sermon: delivered by Huzoor from Baitul Futuh Mosque, London.
13:15	Dars-e-Hadith
13:45	Bengali Service
14:50	Real Talk
16:00	Khabarnama: daily news in Urdu.
16:20	Friday Sermon [R]
17:25	Lajna Imaillah UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor on 10th October 2004.
18:05	MTA World News
18:30	Arabic Service
20:35	Friday Sermon [R]
21:45	Insight & Science and Medicine Review
22:20	Rah-e-Huda [R]

Saturday 20th November 2010

00:00	MTA World News & Khabarnama
00:30	Tilawat
00:40	International Jama'at News
01:15	Liqa Ma'al Arab: rec. on 4th July 1995.
02:15	MTA World News & Khabarnama
02:50	Friday Sermon: rec. on 19th November 2010.
04:00	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
04:25	Rah-e-Huda
06:05	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	International Jama'at News
07:05	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:40	Huzoor's Jalsa Salana Address
08:40	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Recoded on 3rd December 1995. Part 1.
09:40	Yassarnal Qur'an
10:00	Friday Sermon [R]
11:10	Indonesian Service
12:10	Tilawat
12:20	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
12:55	Live Intikhab-e-Sukhan: poem request programme.
13:55	Bangla Shomprochar
15:00	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
16:10	Khabarnama: daily news in Urdu.
16:25	Live Rah-e-Huda
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
20:30	International Jama'at News
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
22:15	Rah-e-Huda [R]
23:45	Friday Sermon [R]

Sunday 21st November 2010

01:00	MTA World News & Khabarnama
01:35	Tilawat
01:45	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 5th July 1995.
02:50	Khabarnama: daily news in Urdu.
03:10	Friday Sermon: rec. on 19th November 2010.
04:20	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
04:55	Faith Matters
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
07:30	Zinda Log
07:50	Faith Matters
09:00	Huzoor's Jalsa Salana Address
10:00	Indonesian Service
11:00	Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon. Recorded on 19th October 2007.
11:55	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:20	Yassarnal Qur'an
12:35	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
12:55	Bengali Service
13:55	Friday Sermon [R]
15:00	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
16:05	Khabarnama: daily news in Urdu.
16:30	Faith Matters [R]
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
20:35	MTA Variety
21:10	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
22:15	Friday Sermon [R]
23:20	Ashab-e-Ahmad

Monday 22nd November 2010

00:00	MTA World News & Khabarnama
00:35	Tilawat
00:45	Yassarnal Qur'an
01:05	International Jama'at News
01:35	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
01:55	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 6th July 1995.
03:00	MTA World News & Khabarnama
03:40	Friday Sermon: rec. on 19th November 2010.
04:55	Faiths Matters
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	International Jama'at News
07:10	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:40	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
08:40	Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th February 1999.
09:45	Indonesian Service: Indonesian translation of the Friday sermon, delivered on 10th September 2010.
10:45	MTA Variety
11:45	Tilawat
11:55	International Jama'at News
12:30	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00	Bangla Shomprochar
14:05	Friday Sermon: rec. on 18th February 2005.
15:00	MTA Variety [R]
16:00	Khabarnama: daily news in Urdu.
16:20	Rah-e-Huda
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
19:30	Liqa Ma'al Arab: rec. on 11th July 1995.
20:35	International Jama'at News
21:10	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
22:10	MTA Variety [R]
23:05	Friday Sermon [R]

Tuesday 23rd November 2010

00:00	MTA World News & Khabarnama
00:35	Tilawat
00:45	Insight & Science and Medicine Review
01:20	Liqa Ma'al Arab: rec. on 11th July 1995.
02:40	MTA World News & Khabarnama
03:10	Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th February 1999.
04:15	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
04:50	Dars-e-Hadith
05:10	Huzoor's Jalsa Salana Address
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30	Science and Medicine Review & Insight
07:05	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:35	MTA Variety
08:05	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
09:10	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 8th January 1995. Part 1.
10:10	Indonesian Service
11:10	Sindhi Service: Sindhi translation of the Friday sermon, delivered on 15th January 2010.
12:10	Tilawat
12:25	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
12:50	Science and Medicine Review & Insight
13:25	Bangla Shomprochar
14:25	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Hadhrat, Khalifatul Masih V, on 2nd October 2005.
15:00	Yassarnal Qur'an
15:25	Historic Facts
16:00	Khabarnama: daily news in Urdu.
16:30	Rah-e-Huda
18:05	MTA World News
18:30	Arabic Service
19:35	Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 19th November 2010.
20:35	Science and Medicine Review & Insight
21:10	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
22:10	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema [R]
22:40	MTA Variety [R]
23:10	Real Talk

Wednesday 24th November 2010

00:00	MTA World News & Khabarnama
00:35	Tilawat
00:45	Yassarnal Qur'an
01:05	Dars-e-Malfoozat
01:20	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 12th July 1995.
02:25	Learning Arabic
02:40	MTA Variety
03:10	MTA World News & Khabarnama
03:40	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
04:10	Question and Answer Session: recorded on 8th January 1984.
05:30	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Hadhrat, Khalifatul Masih V, on 2nd October 2005.
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:35	Art Class: with Wayne Clements.
07:05	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
07:25	MTA Variety
08:20	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor.
09:15	Question and Answer Session: recorded on 8th January 1995. Part 2.
10:30	Indonesian Service
11:30	Swahili Service
12:20	Tilawat
12:30	Zinda Log
12:50	Friday Sermon: rec. on 25th February 2005.
13:55	Bangla Shomprochar
14:55	Rah-e-Huda
16:30	Khabarnama: daily news in Urdu.
16:45	Faith Matters
18:00	MTA World News
18:15	Arabic Service
19:25	Real Talk
20:05	MTA Variety [R]
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. [R]
21:55	Huzoor's Jalsa Salana Address
22:50	Friday Sermon [R]

Thursday 25th November 2010

00:00	MTA World News & Khabarnama
00:35	Tilawat
00:45	Dars-e-Hadith
01:05	Liqa Ma'al Arab: rec. on 13th July 1995.
02:35	MTA World News & Khabarnama
03:05	Zinda Log: a documentary about the Martyrs of Ahmadiyyat.
03:30	Friday Sermon: rec. on 25th February 2005.
04:30	Art Class: with Wayne Clements.
05:00	Huzoor's Jalsa Salana Address
06:00	Tilawat
06:15	MTA Sports
07:05	Zinda Log
07:55	Faith Matters: An informative and contemporary English question and answer programme exploring various matters relating to faith and religion.
09:00	Adaab-e-Zindagi
10:10	Indonesian Service
11:10	Pushto Service
11:40	Tilawat
12:00	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00	Bengali Service: Bengali translation of the Friday sermon, rec. on 19th November 2010.
14:05	Shotter Shondhane
15:25	Tarjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 28th December 1994.
16:00	Khabarnama: daily news in Urdu.
16:20	Yassarnal Qur'an
16:45	Faith Matters [R]
18:00	MTA World News
18:30	Arabic Service
20:30	Faith Matters [R]
21:40	Tarjamatul Qur'an class: Recorded on 28th December 1994. [R]
22:20	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) class with Huzoor, recorded on 19th January 2008.
23:20	Adaab-e-Zindagi

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 17 | Friday 12 Novembr 2010 | Issue No. 47

حاصل مطالعہ

مولانا دوست محمد صاحب شاھد (مرحوم)
مؤرخ احمدیت

سات سو سال قبل کے ایک باکمال ''احمدی صوفی''

(حضرت مولانا جلال الدین رومی اور خاتم النبیین کے معنی)

حضرت مولانا جلال الدین رومی (1207ء۔1273ء) کی مثنوی کو عالم اسلام میں جو قبولیت حاصل ہوئی وہ یقیناً حیرت انگیز ہے اور اس میں خدائے ذوالعرش کی خاص تقدیر اور منشاء کارفرما نظر آتی ہے کیونکہ علیم وخبیر خدا کو علم تھا کہ آخرین میں آنے والے مہدی موعود کے نظریات کو علماء ظواہر صریح کفر قرار دیں گے اور اسلام کی اصل تصویر دبیزی پردوں میں چھپ چکی ہوگی خصوصاً شہنشاہ دو عالم کا مقام خاتم النبیین جو عالمگیر فیضان کا اعلان عام ہے آنحضرت ﷺ کی برکتوں کے خاتمہ کا پیام مرگ بن کے رہ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا رومی نے فیضان ختم نبوت پر اپنی مثنوی میں اتنے زوردار الفاظ میں ڈنکے کی چوٹ سب مسلمانوں پر یہ حقیقت کھول کر آفتاب چڑھا دیا کہ آنحضرتؐ کو صاحب خاتم اس لئے بنایا گیا تا فیوض وبرکات کے نئے سمندر موجزن کردے۔ چنانچہ فرمایا:

1۔ ؎

بہر ایں خاتم شداست او کہ بجود
مثل اُو نے بود نے خواہند بُود

ترجمہ: آپ خاتم (النبین) اس لئے ہوئے ہیں کہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ (آئندہ آپؐ کی مثل) ہوں گے۔

2۔ ؎

چونکہ در صنعت بُرد استاد دست
نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

ترجمہ: جب کوئی استاد (فن) کسی صنعت میں فائق ہوتا ہے تو کیا تم (اس کو بطور مدح) یہ نہیں سمجھتے کہ یہ صنعت تم پر ختم ہے۔

3۔ ؎

در کشاد ختمہا تو خاتمی
در جہاں روح بخشاں تو حاتمی

ترجمہ: آپ ان مہروں کے کشادہ کرنے میں خاتم ہیں اور (ایمان وعرفان کی روح) بخشنے والوں کے عالم میں حاتم ہیں۔ (مطلب) ایمان وعرفان کا بخشا انبیاء علیہم السلام کا کام ہے جس طرح حاتم طائی سیم وزر بخشنے میں تمام اسخیا سے افضل تھا۔ اسی طرح آپ کمالات باطن کی دولت بخشنے میں تمام انبیاء سے افضل ہیں''۔

حضرت علامہ کے یہ شعر تحریک احمدیت کی روح رواں ہیں اور ان کا ترجمہ کسی احمدی عالم کے قلم سے نہیں ہے بلکہ احمدیت کے ایک مشہور معاند'' عالیجناب حضرت مولانا مولوی محمد نذیر صاحب عرشی نقشبندی مجددی'' کی رہین منت ہے جو اس شرح مثنوی'' مفاتح العلوم'' جلد 15 صفحہ 56-57 سے لفظاً لفظاً نقل کیا گیا ہے۔ (ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

علامہ شبلی نعمانی نے ''سوانح مولانا روم'' میں ''نبوت'' کے عنوان سے یہ حقیقت خوب نمایاں کی ہے کہ حضرت علامہ رومی کے نزدیک مرتبہ نبوت کیا تھا۔ آپ وحی والہام کو اُمّت میں ہمیشہ کے لئے جاری وساری سمجھتے تھے۔ یہی وہ نظریہ ہے جس سے آج دنیا بھر کے'' وارثان منبر و محراب'' حتیٰ کہ مولانا کے عقیدتمند بھی منحرف ہوچکے ہیں۔ صرف احمدی ہے جو آج مولانا روم کے پرچم کو لہرا رہا ہے۔

علامہ شبلی کے الفاظ میں مولانا رومی کا نظریہ یہ ہے کہ :

''روح کا سلسلۂ ترقی اس حد تک پہنچتا ہے کہ روح انسانی اور اُس اعلیٰ روح میں اس قدر فرق پیدا ہوجاتا ہے جس طرح حیوانی اور روح انسانی میں۔ لیکن اس درجہ کے مراتب بھی متفاوت ہیں۔ ادنیٰ طبقہ کو ولایت اور اعلیٰ طبقہ کو نبوت کہتے ہیں''۔ (صفحہ 120-121 طبع اوّل)

''مادہ پرستوں کے نزدیک ادراک صرف حواس ظاہری ہیں...... لیکن حضرات صوفیہ کے نزدیک انسان میں ایک اور خاص قوت ہے جو حواس ظاہری کے توسط کے بغیر اشیاء کا ادراک کرتی ہے ...... یہ ادراک انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اولیاء اور اصفیاء کو بھی حاصل ہوتا ہے ...... لیکن فرق مراتب کے لحاظ سے اصطلاح یہ قرار پائی کہ انبیاء کی وحی کو وحی کہتے ہیں اور اولیاء کی وحی کو الہام''۔

فطری تفاوت

شبلی آخر میں فرماتے ہیں:

''انسانوں کی فطرت خدا نے مختلف بنائی ہے۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں فطرتی کجی اور شرارت ہوتی ہے۔ ان کے دل میں صحیح اور سچی بات اثر نہیں کرتی۔ وہ ہر بات میں کرپزی اور شک پیدا کرتے ہیں۔ بداعتقادی، انکار اور شک ان کے خمیر میں داخل ہوتا ہے ...... یہ لوگ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے۔ انہی کی شان میں خدا نے فرمایا ہے یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا (خدا قرآن کے ذریعہ سے اکثروں کو گمراہ کرتا ہے)۔ برخلاف اس کے بعض آدمی فطرۃً سلیم الطبع، نیک دل اور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ ان کا دل نیکی کا اثر نہایت جلد قبول کرلیتا ہے...... ان کا وجدان اور ذوق نہایت صحیح ہوتا ہے جو نیک وبد، غلط وصحیح، حق وباطل میں خود بخود تمیز کرلیتا ہے۔ اسی فطرت کا اقتضاء ہوتا ہے کہ جب نبی ان کو کوئی تلقین کرتا ہے تو ان کا دل خود بخود ان کی طرف کھنچتا ہے اور وہ اس کو بغیر کسی بحث، شک اور شبہ کے تسلیم کرتے ہیں۔ مولانا روم نے اس مضمون کو نہایت عمدہ تشبیہ کے پیرائے میں ادا کیا ہے''۔

جناب شبلی نے اس کے بعد مثنوی سے متعدد شعر بطور استشہاد پیش کئے۔ مثلاً ؎

در دل ہر اُمّتے کہ حق مزہ است
روئے و آواز پیغمبر معجزہ است

یعنی جس شخص کے دل میں حق کا مزہ ہے اس کے لئے پیغمبر کا منہ اور اس کی آواز معجزہ ہے''۔

(ایضًا صفحہ 132-133)

ڈینگی بخار (Dengue Fever) کے علاج
اور حفظ ماتقدم کے لئے ہومیو نسخہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت ''ڈینگی بخار'' (Dengue Fever) کے علاج اور حفظ ماتقدم کے لئے جو ہومیوپیتھک نسخہ تجویز فرمایا ہے وہ احباب کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہے: (پرائیویٹ سیکرٹری)

ھُوَالشَّافِی

(1) ڈینگی بخار میں مبتلا ہونے کی صورت میں مندرجہ ذیل نسخہ حسب ترکیب استعمال کریں۔

1- Acconite + Arsenic 200

2 - Typhiodinum + Pyrogenum 200

باری باری ہفتہ میں ایک بار (تین دن کے وقفہ سے)

3- Bryonia +Rhustox + China + Ipecac + Eupatorium 30

ملا کر دن میں دوبار صبح اور شام

4 - Echinacea Q

دس قطرے چند گھونٹ پانی میں ملا کر دن میں دوبار۔ (کھانے کے بعد)

(2) ڈینگی بخار کی وبا سے بچنے کے لئے حفظ ماتقدم کے طور پر دوائیں:

1- Dengue Fever 200 (ہفتہ میں ایک بار)

2 - Bryonia + Rhustox + China + Ipecac +Eupatorium 30

(پانچوں ادویہ ملا کر دن میں ایک بار)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

مولانا روم کے درویش
احمدی ہیں نہ کہ ایشیائی ترکی کے متصوفین

ایشیائی ترکی میں مولانا روم کی طرف منسوب ایک فرقہ مولویہ ہے جو اپنے تئیں درویش کہلاتے ہیں مگر حق یہی ہے کہ آج روئے زمین پر صرف احمدی ہی ''درویش'' کہلانے کے مستحق ہیں کیونکہ نبی اللہ مسیح موعود پر ایمان لائے اور آپ کی زبان، لب اور چہرہ کے معجزات کا خود مشاہدہ کیا اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ انکشاف حضرت مسیح موعودؑ پر 1874ء یعنی قیام جماعت احمدیہ سے 15 سال قبل بذریعہ رؤیا ہوا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''مَیں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا۔ وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا:

''یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے''۔

یہ اس زمانہ کی خواب ہے جبکہ مَیں نہ کوئی شہرت اور نہ کوئی دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ درویشوں کی جماعت تھی۔ مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کرکے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہوکر ہمیشہ کے لئے میری ہمسائیگی میں آ آباد ہوئے ہیں۔

اور نان سے مَیں نے یہ تعبیر کی تھی کہ خدا ہمارا اور ہماری جماعت کا آپ متکفل ہوگا اور رزق کی پریشانگی ہم کو شرمندہ نہیں کرے گی۔ چنانچہ سالہا سال سے ایسا ہی ظہور میں آرہا ہے''۔

(نزول المسیح ۔روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 585۔ تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 14)

لطیف نکتہ

فرقہ ''صوفیہ مولویہ'' حصول روحانیت کے لئے نابالغ لڑکوں کے گرد حلقہ قائم کرکے رقص کرتے اور اس کو عشق مجازی سے تعبیر کرتے ہیں۔ مستشرقین نے ایسے روح فرسا مناظر کی بہت سی تصاویر اپنی کتابوں میں شائع کردی ہیں۔ (دیکھئے برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) کی کتاب 'اسلامی دنیا')

(The World of Islam صفحہ 129۔ مطبوعہ لندن۔ طبع اوّل 1976ء۔ طبع دوم 1980ء)

اس کے برعکس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو درویشوں کے لئے نان دینے والا جو لڑکا دکھایا گیا وہ فرشتہ تھا جس میں یہ لطیف نکتہ مضمر ہے کہ حقیقی عشق مجازی فرشتوں کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁